ناول صوفیہ

جسمین

عہد شاہی کا سبق آموز و نصیحت خیز فسانہ

امیر خاندانوں کا پر سرار راز۔ ایثار و نفس

و اخلاق حمیدہ کا نادر مرقع دکھلایا گیا ہے

مصنفہ

عالیجناب مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی

حسب فرمائش

ڈاکٹر شیخ عظمت الٰہی صاحب سلونوی (ایم۔بی۔بی۔ایچ)

اڈیٹر رسالہ دنیا لکھنؤ

و مالک عظمت بکڈپو لکھنؤ

صرف ٹائیٹل اصح المطابع ولٹو ایٹ سٹریٹ

لکھنؤ میں باہتمام محمد قادر بخش مالک مطبع چھپا

قیمت فی جلد ایک روپیہ

بار اول ایک ہزار

نیت بعد شفا کامل

حق و باطل میں امتیاز

یونہی آئے دن ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے وہ وہ جادو بھرے الفاظ کے اشتہارات نکلتے ہیں کہ اچھے اچھے ہوشیار پڑھکر چکر کھا جاتے ہیں۔ مگر ان سب میں سچ کا وجود برائے نام بھی نہیں ہوتا۔ پھر بھی جاننے والے جانتے ہیں کہ پانچوں انگلیاں یکساں نہیں بنائیں۔ اس بنا پر ہم زور کے ساتھ مشتہر کرتے ہیں کہ طلاء فقیری اور سفوف فقیری جنمیں یہ خاصیت ہے کہ بجلی سے زیادہ جسم کے اندر ہیجان پیدا کر دیتی ہیں۔ جنکو ملک کے ہزارہا مریضوں پر آزمایا ہے۔ آج لفضلہ کسی کو ضعف باہ۔ جریان۔ سرعت۔ رقت۔ کثرت احتلام نامردی۔ جلق کے مخوس اثرات کی شکایت باقی نہیں ہے۔ عضو مخصوص کی جملہ خرابیاں یعنی کجی۔ سستی اور لاغری وغیرہ تو چند ہی روز میں دور ہو کر کس مپرسی کی قدرت کا نظارہ آتا ہے۔ اس سچائی کے ساتھ ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا ادویات کی سردست آپ کو کوئی قیمت نہ لی جاویگی بلکہ خرچ دفتر ۴ر پیکنگ ۱۰ر محصول ۴ر صرفہ اشتہار ۱ر جملہ ۵ر وزلیہ وی۔ پی وصول کیا جاویگا۔ مگر ساتھ ہی فرمائش کے مندرجہ ذیل حلف نامہ بھی آنا چاہیئے کہ بعد شفا ہو جانے کے قیمت ادویہ مبلغ پانچ روپیہ (۵ر) یکمشت یا بدرجہ نہایت مجبوری ایک ایک روپیہ کر کے پانچ مہینہ میں ادا کر دونگا۔ اسکی قیمت رکھ لینا میرے لئے سو کے برابر ہوگی۔

منگانیکا پتہ

مینیجر مین انشفا میڈیکل ہال لکھنؤ

ناول

صوفیہ

عہد شاہی کا سبق آموز و نصیحت خیز

افسانہ

امیر خاندانوں کا پر اسرار راز۔ ایثار

و نفس و اخلاق حمیدہ کا

نادر مرقع

مصنفہ

مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی

حسب فرمایش منیجر صاحب عظمت بکڈپو لکھنؤ

ادبی پریس لکھنؤ میں چھپا

مژدہ دے جا کے خریداروں کو
آج ہوتی ہے شفا دردکے بیماروں کو

رسالہ قوت باہ عظمتی

آئین کو ہر ہین آن قدردان کمال کے
کاغذ پہ رکھدیا ہے کلیجہ نکال کے

دنیا سرگردان ہے کہ وہ سچے دستیاب ہوں وہ دوائین ملین جن سے مایوسان قوت باہ کے دبے ہوئے حوصلے نکلین۔ اسکے لیے ہم بہت زور کے ساتھ یہ کتاب پیش کرتے ہین جس مین مشرق و مغرب کے جدید و قدیم حکیمون۔ ویدون طبیبون وغیرہ کے ان تمام تجربات و معلومات مشاہدات کا نچوڑ کامل و مکمل طور سے جمع کیا گیا ہے۔ جو عورت و مرد کی مواصلت سے تعلق رکھتی ہے۔ ساتھ ہی قواعد جماع ممنوعات جماع۔ ملذذات امساک۔ اولاد نرینہ تندرست اور خوبصورت بچے پیدا کرنے کی تدابیر۔ فلسفہ عشق۔ فلسفہ ازدواج انتخاب بیوی۔ تعلقات زوجین۔ لطف مباشرت۔ اور محبت کے طریقون وغیرہ وغیرہ کی اعلیٰ ترین عملی تعلیم دی گئی ہے۔ ضعف باہ۔ کمزوری سستی۔ نامردی۔ جریان سرعت انزال وغیرہ کا مفصل بیان۔ مرضون کی شناخت پیدا ہونیکے اسباب و علاج اور عضو خاص۔ حلق و اغلام وغیرہ کی پیدا شدہ تمام خرابیون کے دور کرنے کے صدہا مرتبہ کے آزمائے ہوئے بیخطا اور تیر بہدف وہ نسخہ جات جو آج کل کے موجودہ اطبا صدہا روپیہ دینے پر بھی اپنے اسراری نسخہ نہین بتلاتے بغرض رفاہ عام درج کردیے گئے ہین اب بھی اگر منگا کر اپنی حسرت نہ پوری کیجئے تو آپ کی قسمت مجملہ صرف آٹھ آنہ علاوہ محصول

منگانیکا پتہ:- مینجر عظمت بکڈپو۔ لکھنؤ

۶۸۷

صوفیہ

پہلا باب

قیدی کا فرار

شاہی قید خانہ نہایت تحکم طریقے پر تعمیر کیا گیا تھا جس کی کوٹھریاں اور کمرے چوڑی چوڑی بلند فصیلوں سے گھرے تھے۔ اسیروں کی صحت پر نظر رکھتے ہوئے [illegible] کچھ روشن دان اور جھروکے بھی تھے مگر ان میں موٹی موٹی آہنی سلاخیں لگی تھیں قید خانے کی عمارت دو منزلی تھی، اوپر کے کمرے نسبتاً وسیع اور روشن تھے ان کمروں میں عموماً وہ مجرمین رکھے جاتے تھے جن کے جرائم چوری ڈکیتی کے نہ ہوتے بلکہ وہ پالٹیکس مجرم ہوتے، بہت کم ایسے دن گذرے ہوں گے جب ان کمروں کو آفتاب کی سنہری کرنوں نے (جو جنگلوں اور روشن دانوں سے اندر داخل ہوا کرتی ہیں) خالی پایا ہو، اور ان کی گرمی سے جبینوں پر قطرات اشک نہ نمودار ہو گئے ہوں۔

برسات کی رت تھی۔ باغات۔ ہندوستانی خاتونون کی لوچ دار آوازون اور سریلی تانون سے اندر کا اکھاڑا بنے تھے بارش ابھی موقوف ہوئی تھی، ابر چھٹنے کے بعد نورانی سپیدہ آسمان پر پھیلا تھا، وسط فلک پر قوس و قزح کی نمود نہایت نظر کش اور دلچسپ معلوم ہوتی تھی، ہواؤن مین خنکی اور موسم مین بسبب بارش خفیف سی برودت پیدا ہو چکی تھی۔

ٹھیک اسی وقت ایک قوی ہاتھ نے قید خانے کے عقبی جھروکے سے نکل کر سلاخ کو مٹھی سے پکڑا، اور اس زور سے اندر کی طرف کھینچا کہ لوہا ٹیڑھا ہو گیا اور سلاخ کا بالائی حصہ سوراخ سے نکل آیا، دو منٹ دم لینے کے بعد پھر اسی عنوان سے ہاتھ باہر آیا اور دوسری سلاخ بھی سابق کی طرح ٹیڑھی کر کے نکال ڈالی گئی، رفتہ رفتہ جنگلے کی تمام سلاخین نکال لی گئین، اور ایک موٹی رسی کھڑکی سے باندھ کر دوسرا سرا نیچے لٹکا یا گیا۔

ابر ہٹتا جاتا تھا اور آسمان صاف ہو رہا تھا، کبھی کبھی آفتاب کی دھندلی صورت نظر آجاتی تھی بھیگی ہوئی دھوپ، دھوئی دھلائی، ہری ہری پتیون اور کوپلون کو چمکانے مین مصروف تھی، پتیون پر جمے ہوئے پانی کے قطرے موتیون کی طرح چمک رہے تھے، اور ایک قوی الجثہ جیہ اندر پر دبدبہ ادھیڑ عمر کا شخص سیاہ کمبل کے کپڑون مین ملبوس ہاتھ پاؤن مین ہتکڑی بیڑی پہنے کمند کے ذریعہ سے نیچے اتر رہا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے ہونے والی بارش نے نگہبانون کو غافل کر کے گوشون مین بٹھا دیا تھا، اگرچہ اب بارش ختم ہو چکی تھی۔ لیکن چھوٹے چھوٹے گڑھون مین جمع ہو جانے والے برساتی پانی اور کیچڑ نے انھین اب بھی مامنون سے نکل کر فرائض کی ادائیگی سے غافل کر رکھا تھا۔

قیدی جس کمرے سے نیچے اتر رہا تھا، وہ سطح زمین سے تقریباً بارہ گز بلند تھا، بارہ گز اترنا چنداں اہم نہ تھا مگر ان موقعون پر فراریون کے قلوب مین دیکھے جانے کا جو خوف فطرتاً پیدا ہو جایا کرتا ہے اس نے اس قیدی کو بھی مرعوب کر رکھا تھا، ہر قدم پر کان لگا کر سنتا اور ٹھٹھر کر چارون طرف منظر پر

وقیق نظریں ڈال لیتا تھا، اسی طرح سن گن لیتا، دیکھتا بھالتا، زمین پر پہنچ گیا اس نے نفرت انگیز نظروں سے اس منحوس مکان کی طرف دیکھا، جہاں پورے دو سال سخت مصیبت و تنہائی میں مر مر کر بسر کیے تھے، پھر چاروں طرف گھوم پھر کر آنکھوں آنکھوں میں کچھ تلاش کرنا شروع کیا، تھوڑی دیر کی جستجو میں بیڑی اور ہتکڑی کاٹنے کا اوزار مل گیا۔"

شاید یہ اوزار قبل ہی کسی عنوان سے حاصل کر کے جھروکے سے باہر پھینک دیا گیا تھا، فراری نے اوزار اٹھا کر آگے کا قصد کیا، تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک نالہ جس کے نشیب میں صحرائی درختوں کا جھنڈ تھا، اس کے اندر چھپ جانے کے بعد باریک سے باریک بین بھی کسی کی موجودگی کا احساس کرنے سے قاصر تھا، فراری جھنڈ کے اندر جا کر غائب ہو گیا۔"

دیر تک نہ تو خود وہی باہر آیا نہ کوئی آواز محسوس ہوئی جس سے اس کی موجودگی کا یقین کیا جا سکتا، یہ شمال میں بارش کا کوئی وقت معین نہیں، تھوڑی دیر میں تڑاقے کی دھوپ نکلی ہے، تو تھوڑے عرصہ میں موسلا دھار بارش ہو رہی ہے، ابھی آسمان صاف تھا، اب پھر کالے کالے بادلوں سے گھر گیا ہوا دن کی لطیف فرحناک خنکی شدید بارش کا خیال پیدا کرنے لگی۔"

تخمیناً دس منٹ بعد وہی شخص جھاڑیوں سے برآمد ہوا، اس کے ہاتھ پاؤں ہتکڑیوں اور بیڑیوں سے جکڑے ہوئے نہ تھے، معلوم ہوتا ہے کسی تدبیر سے اس نے اس زیور کو کاٹ کر جھنڈ کے اندر چھپا دیا، لیکن ہاتھ، پاؤں میں نشانات موجود تھے، جسے دیکھتے ہی آسانی سے اصلی حقیقت سمجھی جا سکتی ہے، جسم میں پوشاک وہی ہے، لیکن کرتہ پشت پر سے بالکل پھٹ گیا ہے، غالباً ہتکڑیاں اور بیڑیاں کاٹنے کی جدوجہد میں کسی درخت کی شاخ سے الجھ کر پھٹ گیا ہے، اس کے وجیہ چہرے سے جہاں حد کی شکستگی ٹپکتی ہے، وہاں شرافت و عالی ظرفی کے آثار بھی رونما ہو رہے ہیں۔"

کچھ پوہین سا تریخ ہو رہا تھا، پاؤں سوجھ گئے تھے جس کی وجہ سے راہ چلنے میں سخت تکلیف ہوتی تھی، لیکن، وہ شاہی مجرم تھا اور محافظین کی نظر بچا کر

مجلس سے فرار اختیار کیا تھا۔ مصلحتاً اس گرد و نواح میں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہ تھا بہر طور گرتا پڑتا اور عام گذرگاہ سے الگ ہوتا ہوا ایک طرف روانہ ہوا، دن ڈھلتے اور شام ہوتے ہوتے بدقت صرف تین میل زمین طے کی۔ اب ضعف و نقاہت بھی طاری ہو گئی، اور وہ بارش سے نم ہو جانے والی زمین پر ایک تناور درخت کے تنے کا سہارا لے کر بیٹھ گیا۔

شہر کے قریب کا قریہ بھی بلحاظ تمدن، معاشرت کسی قدر شہریت لیے تھا امرا کے باغات کا سلسلہ دور تک پھیلتا چلا گیا تھا، کہیں کہیں پر ہرے بھرے کھیت بھی باغوں کے درمیان میں لہراتے نظر آجاتے تھے کسانوں نے برساتی پانی جمع کرنے کے واسطے جابجا گڑھے کھود رکھے تھے۔ اُن میں برساتی پانی جمع تھا اور بھینسیں آرام سے بیٹھی ہوئی اشنان کا ذائقہ بھوگ رہی تھیں گڑریے گلا کو کو ہنکائے ہوئے کھلیان کی طرف واپس لے جا رہے تھے، اور مصیبت نصیب قیدی درخت کے تنے سے ٹیک لگائے سکوت کے عالم میں بیٹھا تھا اس کے جسم کو کوئی حرکت نہ تھی۔ اگر پلکیں جھپکتی نہ ہوتیں تو غشی میں ذرا بھی شبہہ باقی نہ رہتا۔ اس وقت ہر طرف خاموشی تھی، قیدی خاموش تھا اور منظر ساکت، فضائیں سکون مطلق کی آغوش میں صبح تک کے لیے سو گئیں تھیں! باغوں میں گانے کی آوازیں سنائی نہ دیتی تھیں۔ ترنم کا سلسلہ قطع ہو گیا تھا۔

جہاں قیدی بیٹھا تھا، اس سے دو سو قدم کے فاصلے پر ایک امیرزادے کا باغ تھا جو برسات کا جشن منانے اہل و عیال سمیت باغ میں آکر آیا تھا۔ اس کے باغ سے ایک کہاری ہرا دوپٹہ اوڑھے لہنگا پھڑکاتی ہوئی باہر نکلی جس طرح میدانوں پر برق خرام ہرن طرارے بھرتے ہیں کہاری کھلے میدان میں چلیں کرتی اٹھلاتی ہوئی پھرنے لگی، تعجب نہیں جو کسی کے آنے کی منتظر ہو۔

کوئی ہو، اور کسی کا انتظار ہو، لیکن یہ موقعہ قیدی کو غنیمت معلوم ہوا، وہ کراہ کے اٹھا اور لنگڑاتا ہوا کہاری کے قریب پہنچا، پہلے تو کہاری بھوت سمجھ کر ڈری، مگر شرافت ہر رنگ میں اپنے جوہر نمایاں کرتی ہے، لعل گدڑی میں بھی وہی کیفیت دکھاتا ہے، جو شاہوں کے تاج میں نصیب ہوتی ہے، صورت

دیکھتے ہی کہاری کے دل کو ڈھارس ہوئی اور وہ دریافت طلب نگاہون سے دیکھنے لگی

قیدی:۔ بوا! کیا تم ایک ستم زدہ کو واجب الرحم جان کر کچھ مدد کر سکتی ہو؟

کہاری:۔ سر سے پاؤن تک غائر نظر ڈال کر "تم کیا مدد چاہتے ہو!"

قیدی:۔ مین نہایت ہی مصیبت زدہ ہون، پورے تین روز ہوئے کہ ایک کھیں تک اوڑ کے منھ مین نہین گئی!

نہ معلوم اب تک زندہ ہون کیون کر ہون! مین نے کبھی کسی سے سوال نہین کیا، تم سے بھی کوڑی پیسہ طلب کرنا نہین چاہتا، صرف پیٹ بھرنے کو تھوڑی سی غذا چاہتا ہون، اور بس۔

کہاری:۔ "کچھ سوچ کر" نواب ہمایون جاہ کا باغ یہان سے قریب ہے، وہ بہت دیانت آدمی ہین ننگے بھوکون کے ساتھ سلوک کرنا اُن کی عادت مین داخل ہے، اگر تم وہان چلے جاؤ تو لذیذ غذائین کھانے کو ملین تمھارے پاس گت کے کپڑے بھی نہین ہین، وہ اپنا کوئی جوڑا عنایت کر دین گے یا نئے کپڑے بنوا دین گے۔

قیدی:۔ پہرے کے تلنگے مجھے وہان تک جانے دین گے۔

کہاری:۔ ہان، نواب صاحب نے محتاجون کے واسطے عام حکم دے رکھا ہے، کہ جس وقت کوئی آئے فوراً حضور مین پیش کر دیا جائے۔

قیدی نے پھر کوئی سوال نہ کیا۔ اُسے دست سوال پھیلاتے ہوئے شرم آتی تھی، نہ معلوم پیٹ کیسی ظالم چیز ہے، جس نے غرور خودداری کو نیست و نابود کر دیا، جن کامون سے ہمیشہ عار رہا، وہی کرا کے چھوڑا! نواب ہمایون جاہ کا باغ اس جگہ سے بہت دور نہ ہونے پر بھی ایک میل تھا۔ جب قیدی وہان پہونچا ہے تو رات ہو چکی تھی۔ برسات کی رات، ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا، باغ کے دروازے پر لالٹین کی روشنی تھوڑا بہت اندھیرا دفع کر رہی تھی۔ دو تلنگے کاندھون پر بندوقین رکھے سنگینین لگائے پھاٹک پر ٹہل ٹہل کر پہرا دے رہے تھے۔ قیدی نے عاجزانہ انداز سے اپنی اطلاع کر دینے کی التجا کی۔ ایک تلنگے نے اندر جا کر کچھ کہا اور الٹے پاؤن واپس آیا، اس کے ساتھ ایک چوبدار بھی تھا، جس کے ہاتھ مین چاندی کا عصا تھا اور گول زری کی پگڑی سر پر تھی، جس مین مقیش کا پھندنا لگا تھا

سفید باریک انگرکھا گھٹنوں سے نیچے تک لٹکتا ہوا، اس کے نیچے تنزیب کا کرتہ اور پرانی وضع کا ڈھیلا ڈھالا پائنچوں والا پائجامہ پہنے تھا چوبدار قیدی کو ساتھ لے کر باغ میں داخل ہوا حسن اتفاق سے نواب ہمایوں جاہ باہر ہی تشریف فرما تھے کمرے کی سجاوٹ وہی تھی جو مشرقی نوابزادوں کے ایوانات میں ہوا کرتی ہے۔ چاندی کا سامان کثرت سے سجا ہوا تھا۔ نواب زرنگار مسند پر گاؤ تکیوں کا سہارا لئے بیٹھے تھے داہنے بائیں مصاحبین ادب آموز ملازمین صف بستہ دوزانو بیٹھے تھے نواب کے سامنے پیچوان لگا تھا۔ ایک طرف عطردان اور چنگیر دان رکھا تھا۔ چاندی کے ناصدان میں بیگمی پانوں کی گلوریاں نفاست سے چنی تھیں۔

قیدی کو میلے کچیلے پھٹے پرانے کپڑوں اور کیچڑ میں لتھڑے ہوئے پاؤں سے فرش پر جاتے شرم آئی اور مابین فرش ٹھہر گیا ادھر نواب ہمایوں جاہ کی نظر اٹھی ادھر اس نے فرشی سلام کیا۔

نواب۔ "تم کون ہو۔ اور کیا چاہتے ہو"

قیدی۔ فی الحال تو محتاج و ناوار ہوں حضور کی سرکار سے پیٹ بھر غذا چاہتا ہوں!

نواب۔ اور

قیدی۔ "حضور کی نوازش"

نواب ہمایوں جاہ نے دو ہی باتوں میں سمجھ لیا کہ بے شک یہ مصیبت زدہ ہے نواب اگرچہ ابھی بیس بائیس سال سے زیادہ نہ تھا، لیکن علم و حلم، بردباری و خودداری ادب و اخلاق، کوئی صفت ایسی نہ تھی جس سے بقدر ضرورت متصف نہ ہو، سخاوت میں اس نے خاص شہرت حاصل کی تھی۔ جب لکھنؤ رنگینیوں اور عیش پسندیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا جب بادشاہ سے لے کر ادنےٰ رعایا تک عیش پرستیوں کا بہترین نمونہ پیش کر رہی تھی ایسے وقت و ایسے زمانے میں نواب ہمایوں جاہ نے وضع پارسائی اختیار کی تھی۔ کبھی کبھی گانے بجانے کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ کیونکہ ایسا نہ ہونے سے اس زمانے کی سوسائٹی بالکل ہی بے مزہ اور خشک خیال کی جاتی تھی ہمایوں مرزا اپنی لاکھوں کی جائداد و املاک پر تنہا قابض تھا، نہ تو کوئی بہن تھی نہ بھائی! والدین کا انتقال ہو چکا تھا، رشتے کے چچا نے پرورش کیا تھا وہ ابتدا ہی سے انتہا کا

ذہن، معاملہ فہم اور سنجیدہ واقع ہوا تھا، جب سے جاگیر و املاک موروثی پر قبضہ ملا تھا محض اپنی خوش انتظامی کی بدولت بہت کچھ ترقی کر لی تھی، اپنی صحبت مین چن چن کر وہی آدمی رکھے تھے جو شریف خاندان تھے نمک حلالی اور وفا کوشی مین مثل و نظیر نہ رکھتے تھے، مالک کے پسینے پر خون گرا دینا، کوئی بات ہی نہ تھی، اعلاقہ پہ جو کارندے مقرر تھے۔ ان کی تنخواہین عموماً زیادہ زیادہ مقرر ہوئین تھین کہ وہ ناجائز عنوان سے روپیہ حاصل کرنے سے بچین، نواب کی شادی ان کی ماموں زاد بہن سے ہوئی تھی بیگم صاحبہ بھی اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھین، اس لیے وہ جائداد بھی نواب ہمایون ماہ کو ملنے والی تھی۔

نواب نے اپنے ایک مصاحب کے کان مین آہستہ سے کچھ کہا، مصاحب فوراً اٹھا اور قیدی کو اپنے ساتھ آنے کا اشارا کیا۔

دوسرا باب (۲)

نفس کی سرکشی

مصاحب کا نام میر کرم علی تھا۔ شریف ہونے کے علاوہ زیور علم سے بھی مالا مال تھا۔ علی العموم شد بد جاننے والے مصاحبون کی طرح کندہ ناتراش نہ تھا، علم مجلس مین خاص مہارت تھی اور مرزا جدائی کا تو یہ حال تھا کہ دو روز کی صحبت مین ایسا پہچان لیتا گویا ساری عمر اسی صحبت مین گذری ہے، انھین اوصاف کی بدولت نواب ہمایون جاہ کے مزاج مین بہت رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ نواب اپنے اکثر کام میر کرم علی کی ذات سے متعلق کرتے تھے۔

میر کرم علی مین جہان اور خوبیان تھین۔ وہان رحیم النفس اور شیرین زبانی کا وصف بھی المضاعف تھا اپنی میٹھی میٹھی خوش کن باتون سے خاص و عام کو پر چا لینا ایسا آسان تھا جیسے افسون کے ذریعہ سے قلوب کو تسخیر کر لینا اور سرکار مین

آکر کرم علی نے خدمت گار کو طلب کیا جب وہ حاضر ہوا تو کہا "
"سرکار نے حکم دیا ہے، نو وارد کو ابھی حمام مین غسل کرایا جائے اور لباس بدلوا کر حضور مین پیش کیا جائے۔

خدمتگار نے سر اطاعت خم کیا اور قیدی کو اپنے ساتھ حمام لے گیا، نہلا دھلا اور لباس تبدیل کرا کے پھر کمرے مین لایا۔ قیدی نے اب تک کسی کام مین عذر نہ کیا تھا، اسے اپنے جسم پر قید خانے کے کپڑے دیکھنے سے روحانی تکلیف ہوتی تھی لباس بدلنے کے بعد طبیعت کسی قدر ہلکی ہو گئی حجام نے غسل کرنے کے قبل حجامت بنا دی تھی، اب سوا اشتہا کے کوئی شکایت باقی نہ تھی۔ کرم علی کے آنے کے بعد قیدی دربار نواب ہمایون جاہ کی حضور مین پیش کیا گیا۔ جتنی دیر اسے غسل کرنے اور لباس بدلنے مین ہوئی اس عرصہ مین نواب کا طول وطویل دسترخوان بچھ چکا تھا۔ اس سرے سے اوس سرے تک مصاحبین و متعلقین مؤدب حاضر تھے سدہا قسم کی مرغن، لطیف ولذیذ غذائین چنی تھین قابون اور پلیٹون سے گرم گرم بھانپ اوڑ رہی تھی اور خوشبو سے سارا کمرا مہکا ہوا تھا۔

ایک زمانہ تھا، جب قیدی کو بھی یہی اعلیٰ زندگی حاصل تھی، گردش عالم نے اُن ایام کو خواب وخیال کر دیا سامان راحت چھن گیا، جائداد و املاک ضبط ہو کر سرکاری قبضے مین پہونچ گئی مکانات کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور وہ بغاوت کے جرم مین ماخوذ کر کے نامعلوم مدت تک کے لیے جیل مین بند کر دیا گیا۔

شاہی قید ہر چند قید فرنگ کی طرح اندوہ اور آزار رساں نہین، نہ رام بانس کوٹنا پڑتا ہو نہ چکی پیسنے کی مشقت لاحق ہوتی، پھر بھی خالی نظر بندی مین ان روحانی تکالیف کا سامنا ہوتا ہے جس کا تحمل قوی تر ہستیون مین بھی شاید و باید۔

قیدی کے پیچھے ہی نواب اُٹھ کر دسترخوان پر تشریف لائے خدمت گارون نے طشت و آفتابہ حاضر کیا سب ہاتھ دھو دھو کر قرینے قرینے سے بیٹھ گئے۔ امراء کے دسترخوانون پر ظریف خوش گپیان کرنے کو حاضر رہا کرتے ہین۔ امرا اپنی پر تہذیب ظرافت سے دل خوش کرتے ہین، نواب ہمایون جاہ کے دسترخوان پر بھی دو تین ظریف موجود تھے جنھون نے دستور قدیم کے اصول پر تفنین کرنا اور لوگون کو ہنسانا

شروع کیا۔ قیدی کو عرصہ کے بعد یہ غذا نصیب ہوئی تھی اس لیے تکلف کو بالائے طاق رکھ کے کھانا شروع کیا، نواب ہمایوں جاہ اخلاقاً کبھی قاب۔ اور کبھی پلیٹ بڑھا بڑھا کے لوگوں کو چکھنے کی توجہ دلاتے تھے جس شخص کو یہ عزت دی جاتی، وہ کھڑے ہو کر فراشی سلام کرتا۔ قیدی کو بھی کئی بار نواب کے ہاتھ سے قابین اور پلیٹین لینے کا اعزاز حاصل ہوا۔

امراء کے دسترخوان بھی کئی کئی گھنٹوں کے ہوتے ہی! پورے دو گھنٹے مین دسترخوان برخواست ہوا، سب نے ہاتھ دھوئے اور پھر کمرے کی طرف آنے لگے۔ نواب کا معمول تھا، شب کو بعد غذا صرف چند منٹ باہر ٹہر کر محل مین داخل ہو جاتے تھے آج بھی حسب عادت وہی طریقہ برتا گیا، لیکن چلنے کے پہلے قیدی کو مخاطب کر کے کہتے گئے:

ہمایوں جاہ: "مجھے تمھارے حالات دریافت کرنے کا اشتیاق ہے اور ہونا بھی چاہیے، چونکہ تمھاری صورت سے شکستگی ظاہر ہے، اس لیے تھوڑے آرام کی ضرورت ہے، یقین ہے، شب بھر غافل سونے سے تمام کسل رفع ہو جائے گا اور صبح کو تم حالات بیان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ میر کرم علی صاحب کو حکم دیدیا گیا ہے تمھاری شب باشی کے لیے کوئی ہوادار کمرہ تجویز کر کے کھلوا دین گے۔ تمھارے حالات سن لینے کے بعد مناسب ہمدردی کی جائے گی سردست طے نہین کیا جا سکتا کہ تم کو کس قسم کی ہمدردی کی ضرورت ہے اور مجھے کیا کرنا چاہیے؟ بعض لوگ تنہائی پسند کرتے ہین، اگر تم بھی انھین لوگون مین ہو تو میر کرم علی صاحب سے بے تکلف کہہ دینا وہ سب سے الگ ٹھہرائین گے جس چیز کی ضرورت پڑے اور سوئے اتفاق سے میر صاحب کی فراہمی مین سہو واقع ہو تو خود بتا دینا یہ خانہ بے تکلف ہے۔ تکلف کی ضرورت نہین ہے

اے ذوق تکلف مین ہے تکلیف سراسر
وہ لوگ ہین اچھے، جو تکلف نہین کرتے

ذوق دہلوی

نواب حرم سرا مین داخل ہو گئے۔ مصاحبین و خدام رخصتی آداب بجا لا کر اپنے اپنے ٹھکانون پر گئے میر کرم علی نے باغ کی کوٹھی مین ایک صاف و ستھرا کمرہ

قیدی کے واسطے کھلوا دیا سرخ مردنگ مین شمع روشن کرادی گئی اور مرادآبادی نواڑی پلنگ پر بچھونا بچھوا کر پنکھا قلی، پنکھے کی دوڑی کھینچنے کو مقرر کر دیا گیا۔

جیل کی جان گسل تکالیف و شدائد کے بعد نرم نرم بچھونے پر قیدی کو جسقدر آرام ملا آج سے پہلے کبھی تونگری کے زمانے مین یہ راحت نصیب نہ ہوئی تھی! کمرہ عود سوز کی خوشبو اور پھولون کی لپٹون سے مہک رہا تھا۔ کھڑکیون سے برسات کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین قلب و دماغ مین بالیدگی پیدا کر رہی تھین، کالے کالے بادل کے ٹکڑے باد رفتار گھوڑون کی طرح آسمان پر دوڑتے پھرتے تھے کبھی کبھی کوندا کسی مصیبت رسیدہ کے درد دل کی طرح چمک چمک کر ابر مین روپوش ہو جاتا تھا

ٹھیک اس منظر مین قیدی بستر استراحت پر دراز ہوا لیٹتے ہی بے خبر ہو گیا اکثر لوگون کو خراٹون کی عادت ہوتی ہے جہان غفلت کی نیند آئی خراٹون کی آواز آڑوس پڑوس کے رہنے والون کی نیندین اچاٹ کرنے لگی۔ قیدی اس مرض سے کلیتہً محفوظ تھا، لیکن آج اس نے بھی نفیر خواب بلندی کر دی!

سویا! اور خوب غافل سویا۔ پچھلے پہر مچھر کے کاٹنے سے آنکھ کھل گئی۔ ہر طرف گہرا سکوت چھایا تھا۔ بجز جھینگرون کی جھنکار کے کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی کبھی کبھی دور سے سیارون کے چلانے کی آواز بھی سکون مطلق کو پریشان کن ہنگامہ سے چونکا دیتی تھی، لیکن یہ خدا کی ایسی مخلوق تھی جو بدکار انسانون کی بدکاریون کا رازان کی ہم جنس پر ظاہر کرنے کی قدرت نہ رکھتی تھی، بدمعاشی افعال کر کے خدا کی زمین کو ناپاک کرنے والے سیہ کارون کو بے زبان خلقت سے کسی قسم کا حجاب نہ تھا۔

ابر اب بھی بدستور آسمان کو سیاہ چادر مین چھپائے تھے کوندے کی لپک برق کی چشمک سے بدل گئی تھی اور ہواؤن کی خنکی ترشح کا پتا دے رہی تھی۔ قیدی دونون ہاتون سے آنکھین ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مردنگ کے اندر شمع کی روشنی تو خفیف ہوا پہونچنے سے جھلملا رہی تھی، اور ہلکی ہلکی ٹھنڈی روشنی کمرے کی چیزون کو دھندھلا بنا کر دکھا رہی تھی، پنکھا ساکن تھا، اگر پچھلی رات کی ہوا اس کی جھالر کو جنبش نہ دیتی تو شاید اس کا سکون پنکھا قلی کے گہرے خواب کا شاید ہو جاتا!

قیدی آہستہ آہستہ پلنگ سے اتر کر کمرے کے بکھرے ہوئے پٹون کے دوسری

طرف پٹکھا قلی، پاؤن کے انگوٹھے مین ڈوری اٹکائے دروازے کی دہلیز پر سر رکھے غافل سو رہا تھا، باغ مین ہر طرف سناٹا طاری تھا۔ لالٹینون کی بتیون پر گل آجانے سے روشنی بالکل مدھم پڑ گئی تھی، جو پوری طور پر قریب کی تاریکی بھی دور کرنے سے مجبور تھین۔

قیدی نے خاموش فضاؤن کو دیکھا، تھوڑی دیر برآمدے مین ٹہل کر ہوا کھائی شاید اس کے دل مین کچھ خیالات برساتی بادلون کی طرح دوڑتے تھے جن پر قابو حاصل کرنے کی جد و جہد مین، وہ اپنی تمام قوت امکانی صرف کر رہا تھا! نہین معلوم وہ خیالات نیک ہین یا بد؟ بہر نوع خیالات کا ہونا مسلم ہے، اس کے چہرے کا اُتار چڑھاؤ جو اندھیرے مین کافی طور پر نظر نہین آتا، دلی اضطراب و التہاب کے ساتھ اس متضاد کیفیت کی آئینہ داری کر رہا تھا جس کی کشاکش مین قیدی پھنسا تھا۔"

دس پانچ منٹ چہل قدمی کر کے قیدی پھر اپنی مجوزہ خواب گاہ مین واپس آیا قلی کی نیند ایسی سخت تھی جو مچھر دن کی سنگین ریشہ دوانیون سے بھی نہ ٹوٹی! جب باغ کے ڈانس چادرین بن بن کر حملہ آور ہوتے تو صرف ہاتھ یا پاؤن اچھال کر رہ جاتا اس سے زیادہ شدید حملون کا اثر اس کی سخت کھال پر نہ ہو سکا!"

قیدی آنکھین بند کر کے پلنگ پر لیٹ گیا، آدھ گھنٹے مین کم سے کم چھ سات مرتبہ پہلو بدلا لیکن آنکھون سے نیندیون غائب ہوئی تھی جیسے گدھے کے سر سے سینگ! اس نے آنکھین کھول کر چھت کی دھنیان گننا شروع کین! راتون کو نیند اچٹ جانے کے بعد اگر کوئی کتاب موجود نہ ہو تو اس مشغلے سے خوب تر کوئی شغل نہین تھوڑا وقت اس طرح بھی بسر ہو گیا۔ اس کی نگاہین چھت سے اٹھتی ہوئی کانس اور کانس سے دیوار تک پہونچین، دیوار مین نواب ہمایون جاہ کی روغنی تصویر چاندی کے چوکھٹے مین آویزان تھی۔ قیدی چند لمحہ تک تصویر پر آنکھین جمائے دیکھتا رہا، جس طرح مجذوب بے سر و پا رٹ لگاتا ہے، بالکل اسی صورت سے لیٹے لیٹے قیدی نے بڑبڑانا شروع کیا:"

"بے شک تم سخی ہو، اور کریم النفس! تم نے میرے ساتھ جو نیک سلوک اور رحیمانہ برتاؤ کیا ہے وہ اس قابل ہے، کہ زندگی بھر تمھارے تلو

دھوکہ ہو کر ہیون۔ کوئی ایسی بات نہ کرون جس سے احسان فراموشی کا الزام عاید ہو سکے (دل کو دونون ہاتون سے پکڑ کر) مگر یہ ظالم اصول شرافت سے بہت دور لیے جانا چاہتا ہے مجھے نہین معلوم صبح ہونے بعد جب میرا کچا چٹھا سنو گے تو کیا رائے قایم کرو گے مجھ پر حکومت نے بغاوت کا الزام لگایا ہے، باغی ہوا یا نہین اس راز کو خدا جانتا ہے یا مین مگر ــــ نگر مین شہر والون کی نگاہ مین اول درجہ کا سرکش بغاوت پسند اور حاکم وقت کا عدو سے جانی ہوا! ایسے مجرم کے ساتھ رعایت! معاذ اللہ کفر سے کم نہین جب چھوٹے چھوٹے لوگ ایسے شخص کو دروازے پر ٹکنے کی اجازت نہین دیتے تو تم تو بادشاہ کے مقرب خاص اور زمرہ اعزا مین شامل ہو تم کیون کر مجھے واجب الرحم خیال کر سکتے ہو۔ اگر تم نے گرفتار کر کے بادشاہ کے حوالے کر دیا تو میرا انیس باقی نہ رہے گا جس گھر کو خدا خدا کر کے چھوڑا ہے پھر اسی محبس مین بند کر دیا جاؤن گا۔ اول تو حکومت ہی کی طرف سے سخت نگرانی ہو گی۔ علاوہ ازین جو لوگ اس کی محافظت سے نکل بھاگا ہون، اور وہ لوگ غفلت کے الزام سے متہم ہو کر سزا یاب ہوئے ہین قصاص مین نہ معلوم میری کیا گت کرین گے؟ جھوٹ بولنا میری عادت نہین پناہ بخدا! یہ ایسا شرمناک عیب ہے، جو درحقیقت انسان کو انسان نہین رہنے دیتا بلکہ کچھ اور ہی چیز بنا دیتا ہے! جب نواب ہمایون جاہ مجھ سے میرے حالات دریافت کرین گے تو بے کم کاست کل باتین کھول کر بیان کر دینا پڑین گی جو خود میرے واسطے انتہا کی مضرت رسان ہین! (کچھ ٹھہر کر) بہتر تو یہی ہے، پردۂ شب مین نکل جاؤن، کان پور پہونچنے کے بعد بچاؤ کی کوئی صورت نکل آئے گی، کم از کم بادشاہ کے دسترس سے باہر ہو جانا ضروری ہے۔ اُف کیسی مصیبت! میرے پاس فاقہ شکنی کو ایک

پانی بھی نہین! نواب کی فیاضی سے امید ہے، اگر یہان کی کوئی چیز بغیر اجازت لے لون تو وہ کچھ نہ کہین گے چوری؟ ذلیل ترین جرم! کوئی شریف ایسا فعل قبیح کر سکتا ہے؟ (کچھ سوچ کر) پیٹ کی دوزخ ان باتون کی پرواہ نہین کرتی، شرافت کا خیال اسی وقت تک ہے جبتک یہ دوزخ پٹی رہے۔ یہان تو خاک اوڑ رہی ہے، نہین نہین! مین بھولتا ہون یہ تو چوری نہین آدم کی اولاد ہمایون جاہ بھی ہین اور مین بھی کوئی وجہ نہین کہ وہ کروڑون کی جائداد کا تنہا وارث دار تسلیم کیا جاے اور مین فاقہ کشی کی مصیبت برداشت کرون؟ یک جدی ہونے کی جہت سے ان چیزون پر جو اس کا حق ہے، وہی میرا! آخر میری جائداد کسی اصول سے ضبط سرکار ہوئی۔

آخر نفس امارہ نے مغلوب کر لیا! خیالات نیک حتہ المقدور روکتے رہے مگر قیدی! بندۂ نفس امارہ قیدی اپنے باوجود اصول اخلاق شرافت کی واقفیت کے بھی کچھ خیال نہ کیا! صبح قریب تھی، لیکن رات سے زیادہ تاریکی پھیلی تھی چارون طرف گھنگھور گھٹائین چھائی تھین، معلوم ہوتا تھا، تھوڑی ہی دیر ہی خوب ٹوٹ ٹوٹ کر پانی پڑے گا۔

قیدی بستر سے اٹھا اور کمرے مین سجا ہوا چاندی کا سامان سمیٹ سمیٹ کر شال مین باندھنا شروع کیا یہ شال نواب ہمایون جاہ کی طرف سے اوڑھنے کو مرحمت ہوئی تھی۔ جس سے قیدی نے ایسا ذلیل کام لیا جو کس طرح موزون ہی نہ تھا! افسوس! اس نے نفس سرکش کی بندگی مین اپنی شرافت خاندانی کو بٹہ لگا دیا! اس کی جبین ایسے داغ سے داغی ہوئی جو مرنے کے بعد بھی چھوٹنے والا نہین! اور بعد مین اسے مدت العمر، بلکہ دم واپسین تک اس حرکت پر کف افسوس ملنا پڑا۔

قیدی نے دو کمرون مین جس قدر نقرئی و طلائی اشیاء دستیاب ہوئین سمیٹ سمیٹ کر شال مین باندھ لین اس کام سے فارغ ہو کر باغ سے نکلنے کی فکر ہوئی پھاٹک پر تلنگے پہرا دے رہے تھے ادھر سے جانا ممکن نہ تھا۔ اس نے گٹھر سر پر لادا اور باغ کے کنج مین پہنچا۔ چارون طرف پہلے سن گن لی پھر گھوم پھر کر پشت والی دیوار

پھاند کر باہر جانا تجویز کیا دیوار سے ملحق انبہ کا درخت تھا جس کی ایک شاخ دیوار پر سے یہ کہتی تھی۔ قیدی بے تکلفی سے گٹھری سمیت درخت پر چڑھ گیا پہلے آہستہ سے گٹھری نیچے پھینکی۔ بارش کے پانی نے زمین کو پولا کر دیا تھا گٹھری گرنے کی آواز نہ ہوئی اور ہوئی بھی تو اتنی کہ سونے والے محسوس نہ کر سکے گٹھری پھینکنے کے بعد خود دیوار پکڑ کر لٹکا اور نم زمین دیکھ کر ہاتھ چھوڑ دیئے دیوار زیادہ بلند نہ تھی لٹکنے سے بلندی اور بھی گھٹ گئی۔ جب قیدی نے زمین پر قدم ٹکانے کے بعد گٹھری اٹھا کر آگے چلنے کا قصد کیا اس وقت دوسرے انبہ کے پیڑ پر بیٹھی ہوئی کوئل کوک اٹھی! اس کی پاٹ دار سریلی آواز خاموش فضا میں دور تک پھیل گئی اور قیدی نہ معلوم کیوں متاثر ہو کر کھڑا ہو گیا؟ کئی مرتبہ دل چاہا جس عنوان سے باغ کی دیوار پھاند کر باہر آیا ہوں، اسی صورت سے واپس جا کر سب چیزیں جہاں کی تہاں رکھ دوں۔ اندھیرے میں کسی نے میرے افعال شنیعہ پر نظر نہ کی ہو گی! صبح ہونے میں کم سے کم ایک گھنٹے کی کسر ہے۔ اس عرصہ میں کل چیزیں آسانی سے اپنی اپنی جگہ پہونچ سکتی ہیں۔ دو تین مرتبہ قیدی دیوار کے قریب جا جا کر واپس آیا، اس کا نفس سرکشی کر رہا تھا کبھی نیکیاں بدیوں کو مغلوب کر کے اس کے قلب کو ایمانداری اور دیانت کی طرف مائل کرتی تھیں، کبھی نفس امارہ ان خیالات کو ڈھکوسلا بتا کر نیکیوں سے روک لیتا۔

اس کش مکش میں صبح ہو گئی! ابر چھنٹ گیا اور مشرقی افق سے نگار آتشین رخ کی نمود کے سامان نظر آنے لگے! قیدی بھاگنے پر مجبور ہوا، باغ میں نمازیوں کی آنکھ کھل چکی ہو گی؟ یہ خیال تھا جو قیدی کے دل میں بجلی کی طرح پیدا ہو گیا وقت ہاتھ سے جا چکا تھا، افسوس یا فکر کی حالت میں وہاں ٹھہرنا وقت کو اور بھی ضائع کرنا تھا۔

کل جب وہ اس طرف آیا تھا تو بسبب فاقہ کشی پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ تھی مگر آج اس کا پیٹ بھرا تھا اگرچہ سر پر بوجھ لادنے کے بعد بھی تیزی سے ایک طرف بڑھنے لگا۔

تیسرا (۳) باب

بدی کا جواب نیکی سے

نفس انسانی سرکش ہے اس کی سرکشیاں اکثر صالحین کی ریاضتین، زاہدین کا زہد اور ایمان دارون کے غرور خدا پرستی کو کچے دھاگے کی طرح توڑ کر خاک مین ملا دیتی ہین، مگر پہلو مین رہنے والا مضغۂ گوشت (دل) انتہا کا انصاف پسند واقع ہوا، جب انسان بد ارادے سے قدم اٹھاتا ہے تو ہر گام پر اس کا ضمیر چشم نمائی کرتا اور صداقت حق کی طرف کھینچتا ہے، بہت نفس امارہ سے مغلوب ہو کر قلب کی اعلےٰ فہمائشون کی پروا نہین کرتے اور اپنے پاؤن سے بڑھتے بڑھتے قعر مذلت مین گر پڑتے ہین جو اصلاح پذیر طبایع نیکی دیدی مین امتیاز کرنے کی قدرت رکھتے نہین وہ البتہ محفوظ و مصئون رہتے ہین ؎

قیدی نے جو مذموم حرکت کی تھی اب اس پر اس کا صداقت شناس دل نفرین کر رہا تھا اس نے محسوس کر لیا تھا کہ میرے نازیبا افعال نے مجھے بالآخر عزت و حرمت کی بلندی سے گرا کر ذلیل ترین پستی مین پہنچا دیا ؎ وقت گذر جانے کے بعد واپس نہین ہوتا۔ اچھے برے افعال صادر ہونے کے ساتھ مٹ جاتے ہین مگر ان کے نیک و بد اثرات صفحات عالم پر کچھ اس طرح ثبت ہو جاتے ہین، جو کبھی مٹائے نہین مٹتے۔

آفتاب نے اپنے چہرے سے نقاب دور کر دی تھی اس کا عریان چہرہ اپنی جوت سے کرہ زمین کی تمام موجودات کو چمکا رہا تھا اور رات بھر ابر کی تاریکی مین پوشیدہ رہنے والی چیزین نیچرل رنگینیون سے آراستہ ہو کر چمک اٹھی تھین۔ قیدی گناہون کا انبار سر پر لادے تیزی سے سڑک پر بھاگون بھاگ چلا جاتا تھا۔ اسے نہین معلوم کہان جانا چاہتا ہے اور

کس طرف بڑھ رہا ہے؟ تخمیناً دو تین میل مسافت طے کر گیا۔"
دو برس جیل مین پاؤن توڑ کر بیٹھنے سے چلنے کی عادت بالکل چھوٹ گئی تھی، اتنی ہی مسافت نے پاؤن سجا دیئے طاقت طاق ہو گئی اور وہ ایک درخت کے سایہ مین بیٹھ کر دم لینے لگا۔"

یہ منزل اس کی عزت ظاہری کی آخری منزل تھی جس کے بعد ہی اسے اپنے افعال پر اس طرح شرمندہ ہونا پڑا جو شرمندہ ہونے کا حق تھا جس اسباب کو اس نے ناجائز عنوان سے آیندہ فائدہ اٹھانے کی توقع مین فراہم کیا تھا اس کے کام آنے سے پہلے ہی عجیب طریقے سے اپنے ٹھکانے پر واپس پہونچ گیا۔"

درخت کے سایہ مین بیٹھے ہوے مشکل سے نصف ساعت گذاری ہو گی کہ شہر کی طرف سے دو سوار سپاہیانہ وضع بنائے تلوارین حمائل کیے آتے نظر آئے انکے مرکب کنکوتیان بدتے اور خوش فعلیان کرتے اسی طرف آرہے تھے جب قیدی کے قریب پہونچے تو سوئے اتفاق سے ایک سوار کا کوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑا قیدی وہان سے بہت قریب تھا اس نے اٹھ کر زمین سے کوڑا اٹھایا اور بڑھ کر سوار کو دیدیا۔

سوارون کی وردیون سے قیدی نے معلوم کر لیا کہ وہ شاہی فوج سے متعلق ہین۔ اس علم سے اس کا دل لرز گیا ادہر تو سوار نے کوڑا لیکر گھوڑے کو آگے بڑھایا ادہر قیدی نے درخت کے نیچے سے گٹھر اٹھا کر آگے کا قصد کیا راہ کی کسل اور تھکن اب بھی پاؤن کو من من بھر کا بنا رہی تھی، لیکن خوف اسیری نے تیز گامی پر مجبور کیا۔"

اس کی گھبراہٹ اور باوجود سفید پوشی، سر پر گٹھری رکھ کر پا پیادہ سفر کرنے نے سوارون کو اس کی طرف سے مشکوک کر دیا پہلے تو دونون نے آپس مین کچھ مشورہ کیا، پھر گھوڑون کی باگین موڑ کر قیدی کی طرف دوڑ پڑے۔ قیدی پا پیادہ تھا، گو اس نے تیز بھاگنے کی کوشش کی، لیکن گھوڑون سے آگے جانا اس کی طاقت سے بعید تھا نتیجہ یہ ہوا کہ دونون سوارون نے گھیر کر

پکڑ لیا قیدی کے حواس غائب ہو گئے، موت کی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی۔ سوارون نے گٹھری کھول کر سامان نکالا۔ کوئی چیز ایسی نہ تھی جس پر نہایت خوشخطی کے ساتھ بخط طغرا نواب ہمایون جاہ کا نام کندہ نہ ہو۔

ایک سوار۔ کیون جی، تم کو یہ چیزین کہان سے ملین؟

قیدی۔ خاموش!

دوسرا سوار۔ تمھاری خاموشی جرم کا ثبوت ہے۔

قیدی کے منھ سے کوئی بات نہ نکلتی تھی۔ اس کا ضمیر اسے نادم کر رہا تھا، اور پاداش عمل کا وقت سر پر آ چکا تھا، بہت ممکن تھا وہ کوئی عذر حیلہ کر دیتا لیکن ایک جرم کے بعد دوسرا قصور کرنے کی ہمت قیدی کو نہ ہوئی۔ جھوٹ سے اس کو قطعی نفرت تھی بالفرض وہ گلو خلاصی کے واسطے جھوٹ بولنا گوارا کر لیتا تو بھی ان قوی دلائل کا مٹانا ممکن نہ تھا جو برتنون اور آرائشی چیزون پر ہمایون جاہ کا نام کندہ ہونے سے سوارون کو بہم پہونچ چکے تھے۔ ان مصالح پر نظر کرتے ہوئے قیدی کو خاموش کے سوا کوئی چارہ کار نہ سوجھا۔

سوارون نے چوری کا یقین کرنے کے بعد باگ دوڑ سے قیدی کو جکڑ لیا اور سیدھے نواب ہمایون جاہ کے باغ کی طرف روانہ ہوئے صبح کا وقت تھا اور نواب بیدار ہو کر باہر تشریف فرما ہو چکے تھے اب تک وہان والون سے بھی کسی کو قیدی کے بھاگ جانے کا علم نہ ہوا تھا۔ نواب نے بھی اس خیال سے کہ مصیبت اٹھانے کے بعد راحت ملی ہے شاید اسی وجہ سے اب تک آنکھ نہ کھلی ہو اسے پوچھنا پسند نہ کیا۔ جب چوبدار نے دو سوارون کے آنے کی اطلاع کی اور ان کی باریابی کے بعد قیدی بحیثیت سارق پیش کیا گیا تو نواب کے استعجاب کی حد نہ رہی، ایک روز پہلے جب اس نے قیدی کو خراب و خستہ حالت مین دیکھا تھا تو اسکے چہرے سے شرافت و نجابت کے آثار جھلک رہے تھے گویا الماس خاک آلود ہونے کے بعد اپنی مدھم ضو دکھا رہا ہے۔ بشریون سے ایسے افعال کا صدور کسی طرح باور کرنے کے قابل ہی نہ تھا۔ ہمایون جاہ کو اس واقعہ نے عجیب کشاکش مین مبتلا کر دیا۔ سال سے انکار کرنے کی کوئی وجہ ہی نہ تھی اس کا نام سب چیزون پر کندہ تھا جو شخص

ایک روز قبل اس کے گھر مین مہمان رہا تھا، وہ چورون کی طرح رسن بستہ سامنے حاضر تھا اس کی شرمگین نگاہین زمین پر گڑی تھین اور صورت سے ندامت کے آثار ٹپک رہے تھے، بہت دیر تک غرق تحیر رہ کر نواب نے جواب دیا "ہان یہ جملہ چیزین میری ہین، مگر یہ شخص جسے تم لوگ چور سمجھ کر پکڑ لائے ہو درحقیقت چور نہین معلوم ہوتا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ کل رات کو یہ میرے پاس آیا تھا، مین نے اس کو اپنا مہمان بنانا منظور کیا چنانچہ یہ رات بھر میرے پاس رہا مین نے یہ سامان بخوشی اس کو بخش دیا۔ یہ اس کا مالک و مختار ہے۔

سوار تو فوراً سلام کر کے رخصت ہو گئے۔ مگر اس شریفانہ سلوک نے قیدی کے دل پر جو اثر کیا اس کا اظہار قلم کے ذریعہ سے مشکل ہے اگر وہ سخت سے سخت عذاب کے ساتھ مقید کیا جاتا، اگر اس کے دونون ہاتھ کہنیون سے قطع کر ڈالے تو بھی اتنی حیرت نہ ہوتی۔ اس نے خیال کیا "

کیا دنیا مین ایسے پاک نفوس موجود ہین؟ کیا نواب ہمایون جاہ انسان کے قالب مین خدا کا برگزیدہ فرشتہ ہے، ایسی فیاضی! ایسے اخلاق!! ایسے نیک برتاؤ!!! اللہ اللہ مین نہین خیال کر سکتا کہ اس جوان امیر زادے کو کیا سمجھون، آیا ولی اللہ کہون یا نیکیون کا پتلہ؟ انسان سمجھون! یا ملک؟"

قیدی کا سر چکر کھانے لگا، آنکھون کے نیچے اندھیرا چھا گیا، اگرچہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گرا نہین لیکن ربودگی کے عالم مین تن بدن کی سدھ بھی نہ رہی ابدی کا جواب بدی سے دینا تو کوئی بات نہین جذبۂ انتقام انسان و حیوان مین یکسان پایا جاتا ہے۔ اور اس سے دونون جنت مین یکسان متاثر ہو کر حتے المقدور قصاص لیتی ہین، لیکن اہل ظرف جن کی وسیع نظرین انجام کار پر ہوتی ہین جو انتقام کے صحیح اصولون سے خبردار ہین، وہ بدباطنون کو زور سے مغلوب نہین کرتے بلکہ اخلاق و ایثار سے ہمیشہ کے لیے مغلوب کر لیتے ہین مگر جب کام نکلے تو زہر دینا خلاف دانش ہے۔ نواب ہمایون جاہ چاہتا تو قیدی کو آسانی سے قانون کے حوالے کر سکتا تھا، لیکن دو نظرون مین اس نے عزت و آبرو کے ساتھ

قیدی کی جان بھی بچالی۔ یہی وہ چلتا ہوا افسون تھا جس نے قیدی کو احسانمندی کے ساتھ حقیقی جذبہ ارادات سے شرمسار کر دیا۔

نواب کے مصاحبین ان واقعات سے مطلق خبردار نہ تھے۔ ان کو بالکل علم نہ تھا کہ کسی وقت نواب ہمایون جاہ نے نووارد سے گفتگو کی اور کب یہ سامان دے کے رخصت کیا؟ مگر نواب کا رعب و دبدبہ دریافت حال کی اجازت نہ دیتا تھا۔

سوارون کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک نواب، لفخص آمیز نظرون سے قیدی کے چہرے کو دیکھتا رہا پھر مصاحبین کو تخلیہ کر دینے کا حکم دیا حاضرین فوراً کمرہ سے اٹھ اٹھ کر چلے گئے۔

ہمایون جاہ۔ قیدی سے، اب تک مجھے تمھارے نام کا بھی علم نہین! نہین جانتا کیا کہہ کر مخاطب کرون؟ بہرطور مین تم سے تمھارے حالات دریافت کرنا چاہتا ہون تمھین کسی قسم کا حجاب نہ رہے اس لیے تخلیہ کرا دیا۔ میرے آدمیون مین اتنی جرات نہین جو میرے حکم کے خلاف کر سکین جب تک مین آواز دے کر نہ بلاؤن گا کوئی یہان نہین آسکتا۔ تمھاری صورت سے شرافت و امارت ظاہر ہے بظاہر تم مفلس و نادار ہو مگر یہ ناداری کسی وجہ سے ہے مصیبت کسی قوم یا فرقہ یا فرد کے لیے مخصوص نہین کبھی صاحب تخت و تاج اس کا شکار ہوتا ہے، تو وہ خانہ بدوش جو عوام الناس کی نظرون مین مصیبت ہی کے واسطے خلق ہوا ہے اور اس کی ظاہری حالت مصیبت ناک زندگی کی شاہد ہے۔ مجھے تعجب ہے تم نے چوری کی جرات کیون کر کی؟ تمھارے چہرے کے دلکش خط و خال دیکھنے سے تو ایسا معلوم نہین ہوتا؟ کبھی کبھی کسی سرکش غلطی مین مبتلا کر دیتا ہے مجھے یقین ہے تم بھی غلطی مین مبتلا ہو گئے اس لیے یہ حرکت قابل عفو ہے نہ زمانہ مصیبت عقلون کو سالم نہین رہنے دیتا مذموم افعال جہالت کا لازمی نتیجہ ہین مین تمھین کسی الزام سے متہم کرنا پسند نہین کرتا بلکہ جو کچھ امور ظاہر ہوے یہ سب دماغ کی پراگندگی کا کرشمہ ہین مجھے امید ہے تم پس و پیش کے کل حالات واضح طور پر بیان کر دوگے تمھارے حالات معلوم کرنے کے بعد ہی غور کرون گا کہ تم کس قسم کی ہمدردی کے مستحق ہو اور مجھے تمھارے ساتھ کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

قیدی سرنگون سامنے حاضر تھا۔ زبان سے کوئی لفظ نہ نکل سکتی تھی! شرمندگی آنکھوں سے ٹپک رہی تھی کوئی شک نہیں اگر اس وقت اس کا قابو ہوتا تو کلیجے میں چھری بھونک کر شرمناک ہستی کا خاتمہ کر دیتا کئی منٹ تک سوچتا رہا کیا جواب دوں؟ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی دل چاہتا تھا کسی صورت سے چھپ کر بھاگ جاؤں مگر پاؤں کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا، جو اٹھتے ہی نہ تھے گویا زمین میں جم کر رہ گئے تھے! کمرے میں سکون مطلق طاری تھا۔ نواب ہمایوں جاہ انتظار جواب اور قیدی دل تشویشات میں غرق تھا۔ کچھ دیر بعد نواب نے پھر کہا"

تمھاری شرمندگی۔ غیرت طبعی کی دلیل ہے، میں تمھاری جبین پر عرق انفعال دیکھ رہا ہوں یہی وہ اسباب ہیں جو تمھاری جانب اچھے خیالات قائم کرانے پر مصر ہیں، تم کو ذرا بھی پس و پیش نہ کرنا چاہیئے۔ تمھارے رازوں کو اپنے راز سمجھ کر ہمیشہ دل میں رکھوں گا۔ تم سے جس غلطی کا ارتکاب ہو گیا ہے اُسے بجز میرے تمھارے اور خدا کی ذات کے کوئی سمجھ نہ سکے گا میرے مصاحبین بھی حتیٰ کہ کرم علی بھی لاعلم رہے گا میں تمھارا دوست ہوں کہو اب کیا عذر ہے"

قیدی "بدقت" میرے نیک مزاج محسن! میرا قصہ طویل ہے جسے تمام و کمال بیان کرنے کو نہ تو وقت ہی ہے نہ فضول سمع خراشی کرنے کی ضرورت مختصر یہ ہے، کہ کسی زمانہ میں میں بھی آپ کی طرح ذی ثروت و صاحب اقتدار امیر تھا۔ سمبری ڈیوڑھی پر بھی ہاتھی جھومتا کرتے تھے میرے گرد بھی مصاحبین کا گروہ پھرتا تھا دربار میں وقار حاصل تھا۔ اور شاید امیر الامرا کے معزز لقب سے ملقب تھا دشمنوں سے میرا عروج دیکھا نہ گیا بادشاہ کے کان بھرے جانے لگے رزیڈنٹ کو میرے خلاف ابھارا گیا۔ مگر چند عرصہ تک اپنی بیدار مغزی کی بدولت دشمنوں کے حملے رد کرتا رہا آخر کب تک بقول شخصے

اُس طرف ساری خدائی تھی اِدھر کچھ بھی نہیں

اغیار کا منتر بادشاہ پر کارگر ہوا مجھ پر بغاوت کا الزام لگایا گیا جائداد ضبط ہوئی اور میں پابہ زنجیر کر کے جیل میں بھیج دیا گیا دو برس ناخوش گوار زندگی بسر کی۔ کل کسی نہ کسی عنوان جیل سے نکل بھاگا اور آپ کی حضوری میں

حاضر ہوا۔ آپ نے جس حسن اخلاق سے میری پذیرائی کی اس کا اعتراف ہر موقع پر کر رہا ہے۔ جب تک مین خواب گاہ مین سونے گیا ہون اس وقت تک میرے دل مین چوری کا خیال تک بھی نہ تھا کاش مین رات ہی کو یہان سے رخصت کر دیا جاتا، یا کوئی موذی جانور مجھے ڈس کر صبح سے پہلے پہلے فنا کر دیتا تو اس کلنگ سے بچ جاتا۔ افسوس آدھی رات کو مچھر کے کاٹنے سے آنکھ کھلی پھر سونے کا بہت قصد کیا مگر نیند نہ آئی۔ خیالات کا ہجوم ہوا اور شیطان نے بہکا کر چوری پر آمادہ کر دیا اگرچہ کوئی مجرم آسانی سے اقبال جرم نہین کرتا، لیکن مین اپنے نفس کو ذلیل کرنے کے لیے خوشی سے مقر ہون کہ مین نے چوری کی مگر اس وقت جب کہ دنیا مین میرا کوئی سہارا باقی نہ تھا مجھے یہان رہنے مین پھر گرفتار ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ دست سوال پھیلانے کی عادت نہ تھی۔ مین نے سونچا کہ آدم کی اولاد مین بھی ہون اور آپ بھی۔ اس رشتہ سے ہم دونون بھائی ہین کوئی وجہ سے نہین کہ ایک بھائی تو میراث پائے اور دوسرا محروم کر دیا جاے، میرا بھی ان تمام چیزون مین حق ہے۔ اگر ضرورت رفع کرنے کے واسطے تھوڑا سا سامان لے کر اپنا کام نکال لون تو ہرج نہین ہے۔ یہ خیالات تھے جس نے چوری کرنے پر آمادہ کیا مین نے شال مین نقرئی و طلائی چیزین باندھین اور صبح سے قبل باغ کی عقبی دیوار پھاند کر نکل گیا دیوار پھاندتے ہی، میرے نفس نے مجھ پر نفرین کرنا شروع کر دی حلفیہ کہنے پر تیار ہون کہ کئی بار مین دیوار کے قریب تک صرف اس نیت سے آیا کہ واپس جا کر سب چیزین جہان کی تہان رکھ دون۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی دھیان آیا کہ صبح کو اب میرا احوال دریافت فرمائین گے۔ چونکہ مجھے جھوٹ سے قطعی نفرت ہے اور راست بیانی خطرے سے خالی نہین۔ باغی پر کوئی رحم نہین کرتا ایسا نہ ہو آپ مجھے گرفتار کرا دین۔ اپنے نیک ارادون سے باز رہا۔ اسی حیص بیص مین دن نکل آیا اور مجبوراً اپنی جان لیکر بھاگنا پڑا شاید یہان سے تین میل جا سکا ہون گا کہ یہ دونون سوار ملے اور گرفتار کر کے یہان لے آئے۔"

ہمایون جاہ۔ "تم نے جو کچھ بیان کیا یقیناً سچ ہے۔ مجھے اسکی صداقت مین کلام نہین تم پر بغاوت کا الزام عاید ہوا تھا اس لیے تم نواب کلب حسین خان ہو۔"

نہ معلوم اس نام میں کیا اثر تھا کہ قیدی بے اختیار آہ کرکے گر پڑا، دونوں آنکھیں بند ہوگئیں اور رات بیٹھ گئے ہمایون جاہ نے اس وقت بھی کسی خادم کو طلب نہیں کیا۔ بلکہ بلور کی صراحی جو وہیں طاقچہ میں رکھی تھی اٹھائی اور چھینٹوں پانی لے کر بے ہوش قیدی کے منھ پر چھینٹے دینا شروع کر دیئے۔ دو تین منٹ بعد قیدی نے آنکھیں کھول دیں اس کا چہرہ بالکل سُت گیا تھا، معلوم ہوتا تھا سارے جسم کا خون کسی نے منھ لگا کر چوس لیا ہے! ناتوانی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ شاید مہینوں بخار آنے کے بعد بھی ایسی نقاہت نہ ہوتی ہوگی!"

قیدی۔ آہ! یہ نہیں۔ مجھے اس نام سے خوف آتا ہے۔ اس نام کا امیر اب سے دو برس پہلے دنیا سے اٹھ چکا اس کے وجود سے دنیا آباد نہیں ہے گمنام شاہی مجرم اور ذلیل ترین چور ہوں اپنے افعال سے اس شریف و معزز نام کو معطون کرنا نہیں چاہتا مجھے کسی اور نام سے یاد کیجئے۔ لیکن للہ آئندہ میرے کانوں تک یہ نام نہ پہنچ سکے"

ہمایون جاہ۔ خیر! میں تکلیف دینا نہیں چاہتا تم جو نام پسند کروگے اسی نام سے مخاطب کیا کروں گا۔ فی الحال میں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں تم مجھ سے زیادہ سمجھ دار دور اندیش اور دانش مند ہو فہم و فراست میں تمھاری ہم سری ممکن نہیں مگر مصیبتوں نے تمھاری عقل کو سالم نہیں رکھا ہے، اسی وجہ سے تم نے بعض ایسی نادانیاں کی ہیں جن پر مدت العمر کف افسوس ملوگے میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ گذشتہ واقعات کو بالکل بھول جاؤ جو گذر گیا اس کی تلافی اس صورت میں ممکن نہیں کہ جیسے وہ واقعات پیش ہی نہیں آئے تھے! ہاں اگر نعم البدل کیا چاہو تو نیک زندگی اختیار کرو مظلوموں کی دادرسی محتاجوں کی اعانت کمزوروں کی امداد دشمنوں کی مدارات، دوستوں کی تواضع یہ ایسی صفتیں ہیں جو انسانوں کو فرشتہ بنا دیتی ہیں اور خلقت جھکنے پر مجبور ہوتی ہے کوئی بھی ہو لیکن ان اوصاف والا شخص ہر زمانے اور ہر حال میں مطبوع خلائق رہے گا عزت دار عزت کریں گے، عوام سر آنکھوں پر بٹھانے کو تیار ہوں گے۔ میں تم کو اپنے پاس رکھتا اور وہی قدر منزلت کرتا جس کے تم مستحق ہو، لیکن خیال یہ ہے تمھاری آنکھوں میں ہمیشہ میرے سامنے جھینپتی رہیں گی تم جب مجھے دیکھوگے اپنی غلطی یاد

کرکے مسافر ہو جایا کرو گے اس لیے میں اپنے ایک دوست کے پاس سفارشی خط لکھے دیتا ہوں۔ تم اس کے پاس چلے جاؤ وہ اپنے بھائی کا داروغہ بنا کر رکھ لیں گے وہاں تمھیں اچھی طرح تلافی مافات کا موقعہ ملے گا اگر تم نیک زندگی بسر کرو گے تو مجھے دلی خوشی حاصل ہوگی۔ غالباً تم کو یہ گمان ہو کہ وہاں پہونچنے کے بعد پہچان لیے جاؤ اور شاہی پولیس گرفتار کر کے پھر قانون کے حوالے کر دے تو میں تم کو اطمینان دلاتا ہوں، اول تو یوں ہی تمھاری صورت میں بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا ہے، میں نے تمھیں دو برس پہلے بھی دیکھا تھا اور جب تم جیل جانے لگے ہو اس وقت بھی میں تمھارے قریب موجود تھا لیکن محض دو سال میں جو فرق پیدا ہوا اس نے میری نظر کو دھوکا دے دیا۔ اس لیے کوئی اور بھی پہچان نہ سکے گا تمھارے مزید اطمینان کے واسطے میں یہ بھی لکھ دوں گا وہ بجائے لکھنؤ میں رکھنے کے تم کو کانپور بھیج دیں۔ وہاں ان کی بہت بڑی جائداد ہے اور اسی طرف بہت سے گاؤں ہیں جو جاگیر کے علاوہ انھوں نے خود خرید کیے ہیں!"

قیدی: میرے پاس وہ لفظ نہیں جن میں اظہار شکر گذاری میں استعمال کر سکوں۔ ہاں خدا کو حاضر و ناظر جان کے اور آپ کے احسانات کی قسم کھا کر صمیم قلب سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے نصائح پر ہمیشہ کاربند ہوں گا اب میرے قدم جادۂ حق و صداقت سے کبھی نہ ڈگمگائیں گے۔ میں تمام عمر نیکی اور خلق اللہ کی بھلائی میں گذار دوں گا مجھ سے جو حرکت صادر ہوئی ہے اس پر تمام عمر اشک ندامت بہاؤں گا شاید غفور الرحیم توبہ قبول فرما کر گناہ بخش دے۔ میں قسم کھا کر آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ بادشاہ کے ساتھ بغاوت کرنے کا جرم مجھ سے عمل میں نہیں آیا محض عداوت میں لوگوں نے مجھے گرفتار کر کے بادشاہ سے سزا دلا دی۔ میں اب بھی اپنے بادشاہ کی وفادار رعایا ہوں اور ان کے پسینے پر خون بہانے کو تیار ہوں مگر دربار میں دشمنوں کا زور ہے اگر میں اپنی صفائی پیش کرنے حاضر ہو جاؤں تو فوراً وہ لوگ بھڑکا کر میرے قتل کا حکم حاصل کر لیں اس لیے میں فی الحال دربار میں جانا نہیں چاہتا مجھے اب جان کی پروا نہیں، لیکن جینا چاہتا ہوں صرف اس غرض سے کہ اب تک جو گناہ کر چکا ہوں ان کی تھوڑی بہت تلافی

کر سکون۔ بجز اس ایک مجرد خواہش کے میرے قلب مین کوئی آرزو باقی نہین رہا میرے نام کا مسئلہ، چونکہ آپ کی ہدایتون سے مین نے نیک زندگی اختیار کی ہے اس لیے چاہتا ہون آپ ہی کوئی نام بھی تجویز فرما دین جو آیندہ برکت کا باعث ہو

ہمایون جاہ۔ کچھ سوچ کر "میرے نزدیک حامد حسین خان نام اچھا ہے اگر تم پسند کرو تو مین خط مین بھی نام تحریر کر دون"

فیدی "جھک کر سلام کرتے ہوئے" جو آپ مناسب خیال فرمائین مجھے کسی نام مین عذر نہین"

چوتھا باب

خداداد قوت

ہمایون جاہ نے سفارشی خط تحریر کر کے اپنی مہر و دستخط سے مزین کیا اور خریطے مین بند کر کے حامد حسین خان کے حوالے کر دیا"

نصیر الدین حیدر غازی کا عہد حکومت لکھنؤ کا شباب تھا شہر مین ہر طرف امن برس رہا تھا۔ رعایا شاد و آباد تھی کبھی ملکہ زمانیہ کی فیاضیون اور عروج کا آوازہ اہل شہر کو اپنی طرف کھینچتا تو کبھی قدسیہ محل کی علو ہمتی اور علو انغزی اپنی طرف نگاہین پھیرتی۔ بیگمات کے متوسلین سونے چاندی کے مکان بنوا رہے تھے"

ملک بادشاہ کے طور طریقون سے متاثر ہونا ہے، نصیر الدین حیدر کی فیاضیون نے اُمرا کو بھی سخاوت کا سبق پڑھا دیا تھا، کوئی درباری امیر ایسا نہ تھا جو ہم عصرون سے گوئے سبقت نہ لے جانا چاہتا ہو، منجملہ اور امیرون کے نواب قربان حسین خان بھی ایک امیر تھے جسے حضور شاہی سے مقرب السلطان کا خطاب عنایت ہوا تھا علاوہ جاگیر و املاک کے کانپور کی طرف اُس کے

بہت سے گاؤن گراؤن تھے، جو بذات خود نواب نے خرید کیے تھے"

یون تو لکھنؤ مین عام طور پر تعیش پسندی رائج تھی۔ مگر کچھ مخصوص امیرزادے باوجود ناز نعم کے پرورش یافتہ ہونے کے اول درجہ کے ذکی و فہیم اور جفاکش تھے۔ نواب قربان حسین خان بھی انھین امیرون مین تھے جب وہ لکھنؤ مین ہوتے تو ان کی عشرت پرستی اور راحت طلبی شہر کے اکثر امرا پر فوقیت رکھتی تھی مگر جب جاگیر کا دورا کرتے تو میدان جنگ کے شمشیر بکف سپاہی سے زیادہ جفاکش ثابت ہوتے!"

نواب کی عمر ۳۵ سال سے زیادہ نہ تھی، سولہ برس کی عمر مین جائداد موروثی پر قابض ہوا تھے اور اب تک بڑی قابلیت سے تمام کارخانہ چلاتے رہے ورثائے قریب مین صرف ایک بڑی ہمشیر تھین جو بادشاہ کے کسی عزیز سے منسوب تھین اور ایک لڑکا تھا جس کی عمر اس وقت ۷ سال کی تھی۔ مگر نہایت ذہین، وطباع۔ لکھنؤ کے نامی گرامی علما کی نگرانی مین تعلیم و تربیت پا رہا تھا، اسوقت کے لحاظ سے جن علوم کا حاصل کرنا ضروری تھا، قربان حسین خان نے انھین علوم پر زیادہ زور دیا تھا لڑکے کا نام حاتم علی خان تھا مگر بزرگ پیار سے چھبن کہا کرتے تھے"

نواب ہمایون جاہ اور مقرب السلطان نواب قربان حسین خان مین نہایت تپاک تھا۔ کوئی غیریت نہ تھی اکثر یہ اُن کے یہان اور وہ اُن کے یہان مہمان رہا کرتے۔ دونون کے اخلاق و عادات، افتاد مزاج بالکل ایک سی واقع ہوئی تھی حامد حسین کی سفارشی خط ہمایون مرزا نے اسی امیر کے نام تحریر کیا تھا"

حامد حسین اگرچہ قربان حسین خان کے یہان آتے ہوے ہچکچاتا تھا کیونکہ یہ لوگ اس کے عروج کا زمانہ دیکھے ہوے تھے لیکن وقت کی سختی اور ضروریات کی مجبوریان خود رایون کی دشمن تھین دل نہ چاہے پر بھی حامد حسین کو منظور کرنا پڑا"

وہ روز تو ہمایون جاہ کی صحبت مین بسر ہوگیا دوسرے روز علی الصباح

نوابنے اصطبل سے ایک گھوڑا کسوا کر منگوا دیا اور چند گنیان بطور راہ خرچ عنایت فرما کر لکھنؤ کی طرف رخصت کر دیا۔ حامد حسین چلا تو گیر دل ہی دلمین خیالی گتھیون کو سلجھاتا ہوا اس کی آنکھون مین گذشتہ زمانہ کی تصویرین گھوم رہی تھین وہ بھی زمانہ تھا، جب حاجت مند اس کے سامنے حاضر ہو کر حاجتین بیان کرتے تھے اس وقت ان کے قلوب امید و بیم کے متضاد خیالات سے مملو ہوتے تھے، ان کی نگاہین ادب آموز انداز سے حامد حسین کے لبون کی طرف نگران ہوتین، اور کان گوش بر آواز! اس کی سواری اکثر اسی راہ سے برسات کا لطف اٹھانے کو گذر چکی تھی اس وقت اس کے ساتھ ملازمین کا انبوہ کثیر تھا اسکا جاہ و تجمل، دیکھنے والون کے دلون کو مرعوب کر دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ خیالات اس منظر سے ہٹ کر دوسرے راستے پر جا پڑے۔ وہ وقت پیش نگاہ ہو گیا جب باغی مجرمون کی طرح رسن بستہ کر کے اسی راہ سے جیل بھیجا گیا تھا، چارون طرف شاہی گاردہ تھا، وسط مین وہ مجبوری و بے کسی کے ساتھ پابہ دست دگرے دست بدست دگرے۔ جا رہا تھا۔"

خیالات کا تانتا بندھا تھا، اس نے راہ کی دلچسپیون کو مطلق نہ دیکھا آنکھین کھلین ہوئی تھین مگر خیالی صورتون کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ شہر مین داخل ہو گیا۔ بازارون سے گذرتا ہوا نواب قربان حسین خان کی ڈیوڑھی پر پہونچ گیا۔"

نواب ہمایون جاہ کے یہان سے اکثر لوگ نواب کے یہان آیا کرتے تھے پاسبانون کو عام حکم دیدیا گیا تھا۔ جو شخص نواب ہمایون جاہ کے یہان سے آئے اُسے روکا نہ جائے بلکہ فوراً حضور مین پیش کیا جائے اس لیے حامد حسین کو دروازے پر ٹھہر کر طلبی کا انتظار نہ کرنا پڑا۔ اطلاع ہوتے ہی نواب نے فوراً بلا لیا حامد حسین نے ادب آموز انداز سے سلام کیا اور نواب کا خط پیش کیا۔ نواب قربان حسین نے خط پڑھا مضمون سے مطلع ہو کر فرمایا۔"

"تم ملازمت چاہتے ہو"

حامد حسین۔ جی ہان حضور۔"

قربان حسین۔ ہمایون نے لکھا ہے، انھین کان پور کی جائداد کا مختار کر دو اس لیے مین تمھین مختار کرتا ہون زیادہ پوچھنے گچھنے کی ضرورت نہین۔ ہمایون بغیر سمجھے ہوے کبھی کوئی بات لکھنے والا نہین ابھی دو چار روز یہان رہ کر آرام کرو، پھر کانپور چلے جانا"

حامد حسین کو رضامندی ظاہر کرنے کے سوا چارہ ہی کیا تھا؟ "بہت خوب" کہہ کر خاموش ہو رہا۔ نواب قربان حسین نے اسی وقت داروغہ کو بلا کر اس کے رہنے کے واسطے کوئی کمرہ تجویز کرنے کا حکم دیا اس زمانہ مین مکان کا ہیکو اچھے خاصے قلعہ ہوتے تھے، جہان ایک دو کا کیا ذکر سیکڑون مہمان آجائین تو آسانی سے رہنے کا انتظام ہو جاے داروغہ نے نواب کے حکم کی تعمیل مین ایک آرام دہ کمرہ کھول دیا اور تمام ضروری چیزین فراہم کر دین۔

حامد حسین نے کمر کھولی اسباب مین تو کوئی چیز تھی ہی نہین اچکن اتار کر کھونٹی پر لٹا نگی اور آبدار خانے مین جاکر منھ ہاتھ دھو یا ضروریات سے فارغ ہو کر اپنے ٹھکانے پر واپس آکر بیٹھا ہی تھا کہ داروغہ باورچی خانہ مزدور کے سر پر کھانے کا خوان لیے آموجود ہوا۔ دستر خوان بچھ گیا اور برتن چن دیے گئے۔ اگرچہ ایک آدمی کے واسطے کھانا آیا تھا لیکن دس آدمی بھی ہوتے تو سیر ہو کر کھا سکتے تھے۔ ہمایون جاہ کے وہان سے آنے کے بعد حامد حسین نے یہین لذیذ غذا کھائی۔

دو روز عافیت سے گزر گئے اس درمیان مین دو مرتبہ نواب قربان حسین خان کی حضوری کا فخر حاصل ہوا عجب تو یہ ہے کہ گھنٹون کی صحبت مین بھی قربان حسین نے حامد حسین سے اس کے متعلق کوئی سوال نہین! جس سے حامد حسین نے خیال کر لیا کہ شاید نواب ہمایون جاہ نے دریافت حال کی ممانعت لکھ دی ہو گی۔

حقیقت مین واقعہ بھی یہی تھا ہمایون جاہ نے قرائن سے معلوم کر لیا تھا کہ حامد حسین کو غلط بیانی سے طبعاً نفرت ہے اگر قربان حسین واقعات دریافت کرین گے تو وہ پوست کندہ حال کہیگا۔ منجملہ اور واقعات کے چوری کا شرمناک

واقعہ بھی بیان کرے گا جس کے بعد اس کی عزت وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ دے گی اور اسے مجبوراً منھ چھپا کر بھاگنا پڑے گا محض اس خیال سے ہمایوں جاہ نے اپنے محبت نامہ میں لکھ دیا تھا کہ حامد حسین کے تفصیلی واقعات دریافت کرنے کی ضرورت نہیں میں نے کل باتیں سمجھ لی ہیں۔

دو روز گذرنے کے بعد قربان حسین نے مہری فرمان عنایت کر کے حامد حسین کو کانپور روانہ کر دیا راہ کی مسافت کا تذکرہ بیکار ہے لکھنؤ سے کانپور تک جانے میں جتنا وقت صرف ہوتا تھا ہوا، جتنی دقتیں اصولاً پیش آنا چاہئے تھیں آئیں، مختصر یہ ہے کہ حامد حسین بخیر و خوبی اپنی ڈیوٹی پر پہونچ گیا۔ نواب کا فرمان۔ فرمان قضا تھا، جس کے سامنے ان کے ملازمین کو مجال دم زدن نہ تھی جس طرح احکام جاری کیے گئے تھے ان پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔

چند روز کی بود و باش سے عملہ پر روشن ہو گیا کہ ان کے آقائے ولی نعمت نے اس انتخاب میں غلطی نہیں کی بلکہ ایک نہایت درجہ کریم النفس رحیم الطبع افسر بھیجا۔ حامد حسین کی مہربانیوں اور نرمی نے سارے عملے کو مطیع و منقاد کر لیا۔ اب تک جتنے افسر آئے تھے ان سب کی حکومتیں عملے والوں کے جسموں تک محدود تھیں، لیکن حامد حسین نے ان کے قلوب بھی مسخر کر لیے۔

کانپور میں عافیت سے تین سال گذر گئے اس درمیان میں کوئی خاص واقعہ اس قابل نہ ہوا کہ قابل ذکر سمجھ کر داخل کتاب ہو۔ ہر تا نواب ہمایوں جاہ کانپور آکر نواب قربان حسین کے مہمان تو کئی مرتبہ ہوئے، لیکن حسن اتفاق سے حامد حسین کو ایک بار بھی شرف ملازمت حاصل نہ ہوا۔

ایک روز حامد حسین کو جاگیر پر تحصیل وصول کی غرض سے جانے کی ضرورت پیش آئی وہ گیا اور کامیابی کے ساتھ جملہ کام انجام دیئے جس روز شام کو کام ختم ہوا، وہ رات اسے مجبوراً گاؤں میں بسر کرنا پڑی۔ علی الصباح پو پھٹنے اور آفتاب نکلنے کے پہلے اس نے کوچ کر دیا راہ میں ایک بڑا نالہ عبور کرنا پڑتا تھا۔ جس وقت حامد حسین نالے کے قریب پہونچا تو دہاتیوں کا جم غفیر نظر آیا جو نالے میں جاؤ کیے شور و غل کر رہا تھا۔ ایک چوکیدار کو بھیج کر وجہ دریافت

[illegible] معلوم ہوا اتفاق [illegible] پیر ایک بار آدر چھکڑا نالے مین گر گیا اس وقت ایک
بوڑھا [illegible] سے نالے مین بیٹھا تھا۔ اس کا پاؤن دب گیا ہے چھکڑا
اس قدر وزنی ہے کہ بیس بیس دہاتی جوان اٹھانا چاہتے ہین لیکن وہ اپنی جگہ سے نہین
ہلتا بوڑھا کسان درد سے تڑپ رہا ہے عجب نہین جو تھوڑی دیر مین تڑپ تڑپ
کر مر جائے۔

حامد حسین سا رقیق القلب شخص ایسا واقعہ سن کر متاثر نہ ہو بالکل ان ہونی
بات ہے اس کا دل تڑپ گیا رگ ہمدردی تڑپنے لگی اور بیتاب ہو کر سواری سے
اتر پڑا۔

ایک زمانے مین اس کی قوت کا آوازہ بلند تھا بارگاہ شاہی سے رستم جنگ کا
خطاب عطا ہوا تھا یہ اس کی کلائی اور پنجہ کا زور تھا کہ لوہے کی موٹی موٹی سلاخین
دوہری کر کے جیل سے نکل آیا اب اس طاقت کی نمائش کا وقت آ گیا تھا وہ قدم
بڑھائے نالے مین پہونچا۔ واقعی بوڑھے کسان کے مرنے مین کوئی کسر نہ تھی لوگ
متفقہ کوشش سے پہیا اٹھا کر کسان کا پاؤن نکالنا چاہتے تھے لیکن ان کی تدبیرین
عاجزی کا اظہار کر رہی تھین حامد حسین دور سے کھڑا رہا پھر ان لوگون کو
گاڑی کے قریب ہٹ جانے کو کہا جب سب لوگ ہٹ گئے تو گاڑی کے پہیے کے پاس
گیا جھک کر دونون ہاتھون سے وہ آہنی ڈنڈا تھاما جس مین پہیا لگا تھا اور زور سے
کہہ کر پہلے ہی زور مین پہیا ایک فٹ سے زیادہ بلند کر دیا۔ بوڑھے مین خود تو سکنے
کی سکت نہ تھی دوسرے آدمیون نے کھینچ کر الگ کر دیا حامد حسین نے اس کا گھر دریافت
کر کے گاؤن سے کہار طلب کر کے اور انھین کافی مزدوری دے کر حکم دیا کہ غریب
بوڑھے کو ڈولی پر سوار کر کے اس کے گھر پہونچا دو شہر سے کوئی ہوشیار جراح علاج کے
لیے تعینات کر دو اسکی حق المحنت مین دون گا۔

جس طرح حکم دیا گیا تھا اسی طرح تعمیل کی گئی۔ بوڑھا کسان اپنے مکان
پہونچ گیا شہر سے ہوشیار جراح علاج کرنے کو گاؤن مین چلا آیا یہ سب کچھ ہوا
لیکن خود حامد حسین کے واسطے اس کی نیکیان مضر ثابت ہوئین جب وہ خداداد
قوت سے گاڑی کا پہیا اٹھا رہا تھا اور دہاتی خلقت چارون طرف سے ہجوم کیے

ہوئے اس کی حیرت انگیز قوت سے متاثر ہو کر عشق [illegible] کر رہی تھی ٹھیک اسی وقت
اسی مجمع میں خبیث النفس انسان (کیشو سنگھ) دل [illegible] جس کی آگ
جل بھن کر کباب ہو رہا تھا۔

کیشو سنگھ سرکار اودھ کا نمک خوار سپاہی تھا، جس زمانے میں نواب کلب حسین
خان مقہور ہو کر جیل بھیجا گیا ہے، یہی کیشو سنگھ اسے لیکر گیا تھا۔ اور پھر اسی کی
نگرانی میں نواب کے مکان کا مال اسباب اٹھا کر شاہی خزانے میں اودھے کا تیہا
پہونچایا گیا، اس کام میں اس نے بہت مال مارے ہزاروں کی چیزوں سے اپنا گھر
بھر لیا کامل دو برس تک جہاں تک رسائی ہوئی لوگوں کو نواب کلب حسین کے خلاف
ابھارتا رہا یہ بات صرف نواب کلب حسین خان کے لیے مخصوص نہ تھی بلکہ جس طرح
نیش عقرب ہر وقت جنبش کیا کرتا ہے، دوست ہے یا دشمن ایکسان ہر ایک
کو آزار پہنچانے پر تیار رہتا ہے اسی طرح کیشو رام کی کینہ توزی بھی عام تھی جس صورت
سے اس کی خوف ناک و خون آشام تلوار دشمنوں کے لہو میں نہانے کو شائق تھی
بالکل اسی حیثیت سے دوستوں کے کلیجے میں ڈوبنے کی مستعد نظر آتی تھی!
الغرض وہ پتلہ تھا، بغض و عداوت کا! پیکر تھا۔ خباثت و قساوت کا!!

تین برس قبل جب کلب حسین خان کے غائب ہو جانے کی خبر جیلر نے دی
تو کیشو سنگھ کے سینے پر سانپ لوٹ گیا۔ اس نے بجائے خود کلب حسین خان کی
گرفتاری کا بیڑا اٹھایا اور اس روز سے رات دن تلاش میں سرگرم رہنے لگا۔
جہاں جہاں اس کے ہونے کی امید تھی، خود گیا اور جستجو کی لیکن ناکامی کے سوا
کچھ ہاتھ نہ آیا! جیسے چٹیلی ناگن پیچ و تاب کھاتی ہے ہر مرتبہ کی ناکامی کے بعد اس کا
جوش غضب بڑھتا اور وہ شدید غلیظ قسمیں کھا کر اپنے دل سے عہد و پیمان
کرتا رہا۔

نواب کلب حسین خان کی دو شناختیں عام طور پر مشہور تھیں جن کی وجہ سے
ہر شخص (جس نے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو) آسانی سے پہچان سکتا تھا ایک شناخت
تو اس کی قوت خداداد تھی جو چھپائے نہیں چھپ سکتی تھی۔ دوسری پہچان بازو پر
زخم کا نشان تھا جو پیادہ شیر کا شکار کھیلتے وقت پنجہ لگ جانے سے آیا تھا!

اس وقت حامد حسین کی قوت دیکھ کر اسے کچھ کچھ شبہ گذرا لیکن یکایک خیال ظاہر کرنے کی جرات نہ کر سکا۔ حامد حسین ایک بڑی سرکار کا مختار کل تھا۔ صرف تین سال کی ملازمت میں اس نے ادنےٰ ملازم سے لیکر رئیس تک کے دل میں گھر پیدا کر لیا تھا اور اب نواب قربان حسین خان کے گھر کا کل اختیار حاصل تھا، نواب نے کل کارخانہ اس پر چھوڑ دیا تھا جتنے احکام صادر ہوئے ان پر حامد حسین کی دستخط ہوئے جتنے انتظامات ہوئے وہ محض اسی کی تجویز سے ہوئے اس لیے کیشو سنگھ بغیر تحقیق و تدقیق کے کوئی کارروائی کرنے سے مجبور تھا۔ تاہم وہ اپنے شکوک کی تصدیق یا تکذیب کے لیے پہلے تو اس نے دہاتیوں سے حامد حسین کے متعلق صدہا سوالات کیے اور جب تھوڑا بہت حال معلوم ہو گیا تو سیدھا کانپور آیا اور در پردہ اس کے واقعات و حالات دریافت کرنے اور اس کے کاموں کی ٹوہ لینے میں مشغول ہو گیا"

پانچواں باب

اتفاقیہ بیداد

کیشو سنگھ نے، حامد حسین کی مافوق الفطرت قوت کا تو معائنہ کر لیا لیکن بازو کا زخم نہ دیکھ سکا اسی لحاظ سے اس نے کان پور میں رہنا اختیار کر لیا اور حامد حسین کے ماتحتوں سے ساز باز کر کے حالات دریافت کرنا شروع کیے۔

حامد حسین جس عنوان سے نواب قربان حسین خان کی سرکار میں ملازم ہوا تھا وہ اس قدر مخفی تھا کہ اور تو اور خود نواب قربان حسین خان بھی حامد حسین کے حالات سے ناواقف محض تھا! البتہ اس میں دیانتداری اور مستعدی۔ نمک حلالی اور وفاکوشی کے اوصاف کچھ ایسے سریع التاثیر تھے جن کی بدولت نواب کی عنایات و کرم کی روز افزوں تھا۔ سرکار خوش، عملہ راضی۔ کوئی فرد ایسا نہ تھا جس کے دل پر حامد حسین

میلیون نے اثر نہ ڈالا ہو اور اس سبب کیشو رام اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔
ناکامیوں نے اس کا دل تھوڑا نہ ہونے دیا، حسد کی آگ کچھ اور بھڑک اٹھی اور اس نے کوشش کر کے اپنا تبادلہ کانپور کرا لیا، اس نے اپنے افسروں کو اس امر کا یقین دلانے میں تمام کوششیں صرف کر دیں کہ اگر وہ کانپور بھیج دیا جائے تو تھوڑے روز کے قیام میں ایسے مجرم کو تلاش کر کے گرفتار کرا دے گا جس کی اسیری بادشاہ کی خوشنودی کا باعث ہو گی۔ خلعت و خطابات کے ساتھ ہی بخشش و انعامات خسروانہ سے مالا مال ہو جائیں گے۔

اس کی خواہشات مقبول ہوئیں، افسروں نے چھ ماہ کے واسطے کانپور میں رہنے کی اجازت دیدی اور کیشو رام جورو بچوں کو ساتھ لے کر کانپور میں قیام پذیر ہو گیا۔

حامد حسین نے بقیہ زندگی نیکی اور خلق اللہ کی بھلائی میں صرف کرنے کا تہیہ کر لیا تھا اور کئی سال یہی طرز عمل تھا وہ حتہ المقدور کسی پر سختی نہ کرتا اسامیوں سے بہ نرمی لگان وصول کرتا اکثر غربا جو لگان ادا کرنے کے قابل نہ ہوتے ان کی طرف خود روپیہ خزانہ میں داخل کر کے انھیں رسید سونپ دیتا تاہم حکومت بغیر سیاست کے قائم نہیں ہو سکتی کبھی کبھی بعض شورہ دستوں پر ضرورتاً جبر و تشدد کرنا پڑتا جس کے واسطے وہ بیحد کڑھتا اور اکثر راتوں کو اپنے مجبورانہ رویہ پر منفعل ہو کر توبہ استغفار کیا کرتا!

اس کی تحصیل میں ایک ضعیف العمر دہقان رہتا تھا، جس نے شباب کے ایام شاہان دہلی کی فوج میں گذارے تھے اور راجپوتانہ کے اکثر معرکوں میں شریک ہو کر حق نمک ادا کیا تھا۔ کہتے ہیں صدیوں سے اس کا خاندان اس جگہ آباد تھا، لیکن بہت کم ایسے لوگ تھے جو اس کے خاندانی حالات سے واقف ہوں وجہ یہ تھی کہ جو مقام اس کے اسلاف نے اپنی سکونت کے واسطے تجویز کیا تھا وہاں انسان کی جانوروں کی بستی تھی جنھیں دو وقت پیٹ کی دوزخ پاٹنے اور گاڑھا دھوتر سے پوشی کر لینے کے سوا طرز تمدن سے ذرا بھی لگاؤ نہ تھا۔ البتہ اگر کبھی کوئی انسان بستی میں پہنچ جاتا اور اس کے خاندان سے ملنے کا اتفاق ہوتا

تو وہ ان دہقانوں کی پیشانیوں پر طرفہ شرافت دیکھتا۔ اُن کی گفتگو میں سلیس اخلاق وسیع اور خیالات بلند پاتا ہر وہ شخص جو آئین شرافت اور قوانین اخلاق سے بہرہ ور ہوتا اس خاندان کے ممبروں سے مل کر بغیر متاثر ہوئے نہ رہ سکتا کیونکہ ایسی جگہ جہاں تہذیب کی پیداوار مفقود وحشیانہ پن کی جنس ارزاں ہوتی ایسے اشخاص کا ہونا تعجب خیز تھا!

بہت کم وہ لوگ تھے جنھوں نے اس دہقانی خاندان کے متعلق معلومات بہم پہنچائی تھی واقعہ یہ ہے کہ سبزوار سے ایک شریف و فلاکت نصیب خاندان تارک وطن ہو کر ہندوستان آیا وہ زمانہ ہندوستانی بادشاہوں کی جوہر شناسی اور قدردانی کا تھا شرفا سفر دور دراز اختیار کر کے ہندوستان آتے اور سرکار شاہی میں اعلےٰ قدر مراتب عہدے اور منصب پر فائز ہوتے چنانچہ اس دہقانی خاندان کے مورث اعلےٰ بھی منصب سہ ہزاری پر سربلند کیے گئے

چونکہ وطن سے بدقسمتی ہمراہ آئی تھی اس لیے زیادہ عرصہ تک دربار میں عزت قائم نہ رہ سکی ایک موقع پر دشمنوں کا وار چل گیا۔ اگرچہ بادشاہ نے جہاں سے کام لے کر جانیں بخش دیں لیکن دربار داریوں سے بے نیاز کر دیئے گئے عزت کی کرسی پر بیٹھ کر بے عزتی کے گڑھے میں گرنا گوارا نہیں ہوتا۔ یہ خاندان جائیداد اور املاک سے دست بردار ہو کر خفیہ طریقے پر دہلی سے بھاگ نکلا اور اس قصبے میں آکر عرصہ دراز تک مقیم ہو گیا اس کے بعد سے اگرچہ منصب و شرف حاصل نہ کر سکا مگر عزت خاندانی کی ہاتھ سے جانے نہ دیا فلاکت و مصیبت کی زندگی بسر کرتا رہا چنانچہ اب اس خاندان کی آخری فرد ذکور میں صرف ایک یہی ضعیف العمر شخص باقی تھا۔ کئی سال ہوئے اس کا جوان بیٹا یکایک مر گیا بعضوں کا خیال ہے زہر کھا کر جان دی! بہرنوع بیٹے کی وفات کے بعد سے بوڑھا از حد غمگین رہتا اسے کھیتی باڑی کا بھی ہوش نہ تھا۔ اپنے کھیت زبانی معاہدے پر وہیں رہنے والے کسانوں کو سونپ دیئے تھے فصل کے آخر میں وہ لوگ جو کچھ دے دیتے اسی سے بسر اوقات کرتا تین سال ہوئے کہ لگان واجب الادا بھی ادا نہ کر سکا ہمیشہ دوسری فصل میں ادا کر دینے کا وعدہ کرتا چونکہ اس کے ٹھیکے دار نے

بے ایمانی پر کمر باندھی تھی اور کم مقدار غلے کے سوا کچھ نہ دیتا جو غریب لگان ادا کر سکتا اس وجہ سے سرکاری قرضہ بڑھتا جاتا۔"

حامد حسین نے ہر مرتبہ اُسے مہلت دی اور غریب سمجھ کر اس کی طرف سے خود لگان ادا کرتا رہا، مگر دشمنوں نے بوڑھے دہقان کی جانب سے لگائی بجھائی شروع کر دی اور کچھ ایسے الفاظ میں بدی کی کہ حامد حسین کو صدق ہو گیا! اس سے وصول لگان کے بارے میں کوئی حکم تو نہیں دیا لیکن اتنا ضرور کہا "اس مرتبہ مطلق رعایت نہ کروں گا" دشمنوں کو اتنی شہ کافی تھی۔ انھوں نے بوڑھے پر سختی شروع کر دی اس کے پاس روپیہ کہاں تھا جو دے سکتا نتیجہ یہ ہوا کہ غریب کو دہاتی مہاجن کی چوکھٹ ناگھنا پڑی۔"

مہاجن انتہا کا حسین اور خبیث النفس تھا۔ یوں تو اس دہقان سے قصبے کے سب رہنے والے یکساں بغض رکھتے تھے کیونکہ وہ ان سب پر فخر کرنے کا عادی تھا اس کے غرور نسبی نے ہر شخص کو اس کا دشمن بنا دیا تھا اتفاق سے ایک مرتبہ مہاجن نے اپنے بیٹے کی شادی میں نائی بھیج کر کسان کو مدعو کیا لیکن اس نے صاف لفظوں میں کھلوا دیا کہ میں محض نائی کے آنے سے شریک نہیں ہو سکتا اگر خود مہاجن حاضر ہو کر مجھ سے شریک ہونے کی التجا کرے تو شاید چند لمحوں کے واسطے اعزاز بخشوں! یہ الفاظ مہاجن کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہو گئے اس روز سے وہ اپنی بے عزتی کا انتقام لینے کی فکر میں رہنے لگا در پردہ جاہل کسانوں سے مل مل کر اس کی مخالفت پر ابھارنا شروع کیا۔ اُسے بدنام کرنے کو انواع و اقسام کی افواہیں مشہور کرائیں۔ مالی نقصان اور جسمانی آزار پہنچائے۔ تاہم بوڑھے کسان نے صبر و تحمل سے مصائب برداشت کیے اور خوش و ناخوش زندگی کے دن بسر کرتا رہا۔"

مہاجن مغرور بوڑھے کو اپنے سامنے حاجت مندوں کی طرح کھڑے دیکھ کر مسکرایا۔ "ضرورت! آہ ضرورت بری چیز ہے۔ یہ مجبور کر کے ایسے افعال کرا چھوڑتی ہے، جو کبھی غیر ممکن خیال کیے جاتے تھے۔"

دل کی ضرورتون نے مجبور کر دیا ہے
ہم اپنے دشمنون سے طالب ہین دوستی کے

مہاجن نے طنزیہ ہنسی ہنسکر "کیون دہقان صاحب! آج کیون قدم رنجہ فرمایا"

غریب و مصیبت زدہ دہقان کیا جواب دیتا؟ اس کا دل تڑپ گیا آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے اور کلیجہ تھام کر بولا "خدا نے تمھین اس قابل کیا ہے کہ روپیہ کے حاجت مند تمھارے دروازے پر آئین اور تم ان کی مدد کر سکو؟

مہاجن کو پہلے ہی سے واقعات معلوم تھے خود اسی کی کوششون سے غریب دہقان مجبور کیا گیا تھا لیکن اس نے جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ سے بے چارے کے دل کو اذیت پہونچائی اور جب تک اس نے صاف لفظون مین قرضہ لینے کی خواہش ظاہر نہ کر لی چین نہ لیا"

بوڑھے کسان کا نام نور اللہ تھا نہ معلوم زمانہ کیون اس کے خلاف کمربستہ ہو رہا تھا؟ حالانکہ اس نے حتہ الوسع کبھی کسی کو تکلیف پہونچانے یا آزار دینے کا خیال بھی نہ کیا تھا! کئی صدیان ہوئین کہ ہندوستان مین اسکے اسلاف شدائد برداشت کر کر کے راہی ملک بقا ہوے، اور بوجہ ناداری ان کے اخلاف قبرون کو محفوظ رکھنے مین کامیاب نہ ہو سکے انجام کار اب مرقدون کے نشان بھی ان کی طرح ناپید ہو گئے اور بجز نام لے کر سورۂ فاتحہ کا سواب بخش دینے کے کوئی چارہ نہین رہا"

نور اللہ کو جہان اپنی بے کسی و تنہائی کی زندگی کا قلق ہوتا وہان اس خیال سے شاد بھی تھا کہ اب میرے بعد مصیبتون کا خاتمہ ہے۔ ساتھ ہی دل پر ایک نشتر پڑتا اور کسی ایسے خیال سے (جسکے دل مین آنے کا بھی روادار نہ تھا) از خود رفتہ و بے چین ہو جاتا"

الغرض نور اللہ نے دل پر جبر کر کے مہاجن کے روبرو عاجزانہ کلام کیے اپنی دردناک داستان بیان کر کے مائل کرم کرنا چاہا، اس کی حالت پر پتھر

ہوتا تو پگھل کر موم ہو جاتا، لیکن مہاجن کے سخت دل پر مطلق اثر نہ ہوا! وہ خاموش بیٹھا سنتا رہا۔ جب نور اللہ خاموش ہو گیا تو کہا "

مہاجن "جو آدمی قرض لینے آتا ہے وہ تمھاری طرح مصیبتوں کی طویل داستان تصنیف کر کے سنا دیتا ہے۔ نہیں معلوم اب سے پہلے کتنی مرتبہ ایسے قصے سن چکا ہوں، میرے واسطے یہ باتیں نئی نہیں ہو سکتیں روپیہ اوڑانے میں نہ تو دقت ہوتی ہے، نہ وقت لگتا ہے، البتہ پیدا کر کے جمع کرنے میں جیسی جیسی مشکلات لاحق ہوتی ہیں انھیں ہمیں لوگوں کا دل جانتا ہے۔ چونکہ مجھے ہمیشہ جمع کرنیکا شوق رہا، اس واسطے اوڑا دینے کو دل گوارا نہیں کرتا میرے پاس جو حاجت مند آتا ہے وہ اپنی جائداد مکفول کر کے روپیہ حاصل کرتا ہے کیا تمھارے پاس بھی کوئی جائداد ہے "

نور اللہ۔ میری ساری املاک و جائداد میں وہی چند بیگھے زمین ہے جس پر کسانوں نے قبضہ کر لیا ہے اور مجھے میرا پورا حق نہیں دیتے۔

مہاجن۔ وہ زمین تمھاری نہیں، جس کی زمین تھی اس کے قبضے میں ہے "

نور اللہ کو اس کلمہ نے روحانی اذیت پہونچائی جب وقت پڑتا ہے تو کس و ناکس کی باتیں سنائی پڑتی ہیں وہ بھی یہی سوچ کر شربت کے گھونٹ کی طرح پی گیا "

نور اللہ "تم جانتے ہو میرا خاندان سالہائے دراز سے مصیبتوں اور افلاس کا شکار ہو رہا ہے میرے پاس کھانے کو کوڑی نہیں ہے محنت مزدوری کے قابل نہ ہونے پر بھی بند نہیں ٹوکری تک دھوتا ہوں۔ میری زندگی کا سہارا یہی چند کھیت ہیں۔ اگر یہ بھی ہاتھ سے نکل جائیں گے تو میرے پاس کھانے کو کچھ نہ رہے گا مجھے لگان ادا کرنا ہے۔ اگر تم خدا ترسی کر کے لگان ادا کرنے بھر کا روپیہ قرض دیدو تو بڑی مہربانی ہو گی شریفوں پر احسان کرنا سواب ہے خدا اجر نیک دے گا، میرے پاس اگر کوئی جائداد نہیں تو بھی تمھاری خدمت کر کے قرضہ ادا کر دوں گا۔

مہاجن "یہ صورتیں تو ناقابل معاملت ہیں! ہاں ایک صورت ہے اگر تم منظور

کرو تو مین خاطر خواہ قرضہ دینے کو تیار ہون"
نور اللہ "وہ کیا تدبیر ہے؟"
مہاجن "شرفا کو ڈاڑھی موچھین عزیز ہوا کرتی ہین اگر تم انھین منڈوا کر میرے پاس رہن کر دو تو بے شک جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے دینے کو تیار ہون۔ اس صورت کے سوا کوئی تدبیر ایسی نہین جو تمھین روپیہ دینے پر راضی کر سکے!"

نور اللہ نے بڑی غمگینی کے ساتھ آسمان کی طرف نگاہ کی چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا، گویا زردی، سرخی سے بدل گئی آہ حاجت! حاجت تو کیسی ناگزیر شئے ہے اگر تیرا ہاتھ درمیان مین نہ ہوتا تو نور اللہ اس تلخ کلامی کا جواب تلوار سے دیتا اس کے رعشہ دار ہاتھون مین جذبۂ انتقام جوانی کی قوت پیدا کر دیتا اور وہ اپنی توہین کرنے والے کو اس کے خون مین لٹا کر کلیجہ ٹھنڈا کرتا! نور اللہ نے حتی المقدور مہاجن کو اس شرط سے ہٹانا چاہا لیکن اس نے زبان سے جو کہدیا تھا، پتھر کی لکیر ہو گیا! نتیجہ یہ ہوا کہ نور اللہ کو بے نیل مرام مہاجن کے در سے مایوس لوٹنا پڑا

ادہر اس کا جانا اور ادہر نوابی پیادون کا ادائے مطالبہ کے لیے سختی کرنا تھا۔ نور اللہ نے دو روز اور اسی کشمکش مین بسر کیے اس درمیان مین کئی مرتبہ مہاجن کے سامنے جا کر عاجزی کی۔ نتیجہ کچھ نہ ہوا شدت تاثر سے غریب کا سینہ پھٹنے لگا دماغی کیفیت ابتر ہو گئی۔ مصیبتین روز افزون تھین، تقدیر برگشتہ! جس کے اثر نے نیا گل یہ کھلایا کہ حامد حسین کو ایک ضرورت سے چار پانچ یوم کے واسطے لکھنؤ جانا پڑا! اس کی عدم موجودگی مین غریب آزارون کی بن آئی روپیہ وصول کرنے کے واسطے تشدد ہونے لگا۔"

چارون طرف کی مصیبت سے تنگ ہو کر نور اللہ کو مہاجن کی شرمناک شرط منظور کرنا پڑی! اس نے فوراً استرا نکال کر نور اللہ کی سفید ڈاڑھی موچھون کا صفایا کر دیا، اور جس قدر روپیہ کی ضرورت تھی بکس سے نکال کر دیدیا۔"

نور اللہ نے پیادون کو روپیہ تو سونپ دیا، لیکن ڈاڑھی موچھین کھو کر دل کو جو صدمہ پہنچا تھا، اس کا تحمل غریب کی قوت سے ممکن نہ ہوا، دماغ بگڑا اور اسطرح

بگڑا کہ بے چارہ نور اللہ مجنون ہو گیا۔ اب کھیتوں کی مینڈیں تھیں اور وہ تھا گنوار چھوکروں کے ڈھیلے تھے اور اس کا کمزور و لاغر جسم! وہ کبھی روتا تھا اور کبھی ٹھٹھے مارتا تھا، گاہ گاتا تھا، گاہ ناچتا تھا۔ غموں نے شئے لطیف کو اس کے دماغ سے خارج کر دیا تھا! حساد اس کے افسوس ناک احوال پر مضحکہ کرتے تھے! جن کے قلوب میں خدا نے رحم و کرم ودیعت کیا تھا، وہ دل ہی دل میں متاسف تھے۔

چھٹا باب

ایک لڑکی کا راز

نور اللہ کی ڈاڑھی مونچھوں کا صفایا ہوئے ایک اٹھوارا گذر گیا۔ اس مدت میں نظام عالم کے اصول پر صبح کا درخشاں آفتاب طالع ہو ہو کر غروب ہوا کیا ٹھنڈی اور تیز ہوائیں دبا دبا کر ان کے سلگتے ہوئے قلوب کو آرام بخشتی پہونچا پہونچا کر غائب ہو گئیں۔ زمانے کا کاروبار بدستور جاری رہا صرف نور اللہ کی ذات تھی جو روز بروز غم و آلام کی فراوانی سے مضمحل ہو رہی تھی۔ دشمنوں کی مضحک باتیں دماغی حالت کو اور بھی ابتر کرتی تھیں اور اس کا جنون سنگدل قصبانیوں کی دلچسپی اور مسرت کا موجب ہو رہا تھا۔

پانچویں روز حامد حسین لکھنؤ سے کانپور پہونچ گیا تھا اس کے سامنے کسی نے اس سختی و بے رحمی کا تذکرہ تک نہ کیا۔ اس کی عدم موجودگی میں غم نصیب نور اللہ کے ساتھ کی گئی!

نور اللہ کو ایک روز جنون میں انتقام کی خواہش پیدا ہوئی سوئے اتفاق سے اس نے اپنی بے عزتی اور توہین کا اصلی سبب حامد حسین کو خیال کر لیا اگر وہ ہمیشہ کی طرح رحم سے کام لیتا تو شریر النفس مہاجن کبھی ایسی گستاخی نہ کر سکتا! اس خیال نے نور اللہ کے شریف خون میں ہیجان پیدا کر دیا جذبہ انتقام کے مواج سمندر میں

لاطم پڑگیا اور وہ دیہات سے نکل کر چھوکروں کے پتھر کھاتا اور گنواروں کے طعنے سنتا ہوا کانپور روانہ ہو گیا۔"

کانپور چند میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور نواب قربان حسین خان کا عالی شان محل ہے خلائق شہر کی کوئی فرد ایسی نہ تھی جو اس نواب کے نام سے واقف اور محل سے آگاہ نہ ہو۔ نور اللہ انتقام کی دھن میں بھاگوں بھاگ کرتا ہوا کانپور پہونچ گیا۔ اب سے پہلے بھی چند بار کوٹھی پر آکر حامد حسین کی حضوری کا اعزاز حاصل کر چکا تھا۔ اُسے وہاں تک پہونچنے میں کسی سے پوچھنے کی نوبت نہ آئی کوٹھی کے پھاٹک پر چوکی پہرا موجود تھا، لیکن حامد حسین نے اسامیوں کے آنے کی عام اجازت دے رکھی تھی چوکیداروں کو تاکید تھی کہ کسی کو نہ روکو جو میرے پاس آنا چاہے بلا روک ٹوک آئے دو چوکیداروں نے نور اللہ سے تعرض نہ کیا۔ وہ سیدھا حامد حسین کے اس کمرے میں داخل ہوا جہاں بیٹھ کر وہ املاک و جاگیر کا حساب کتاب کرتا تھا۔"

نور اللہ کا لباس پارہ پارہ تھا جسم پر جا بجا ڈھیلوں کے زخم تھے میلوں پا پیادہ زمین چلنے سے گھٹنوں کے اوپر تک پاؤں گرد آلود ہو رہے تھے اور موے سر بے ترتیبی سے پریشان ہو کر اس کے دیوانہ پن کو ظاہر کرتے تھے گدائی دیکھ کر کسی نے کچھ کہنے کی جرأت نہ کی، کیونکہ محاسب جانتے تھے حامد حسین غربا کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا ہے۔"

اتفاق سے اس وقت حامد حسین موجود نہ تھا کسی دوست سے ملنے گیا تھا۔ نور اللہ کو وہاں ٹھہر کر ایک گھنٹے تک حامد حسین کا انتظار کرنا پڑا۔"

ایک گھنٹے بعد حامد حسین دفتر میں آیا ابھی اپنی جگہ پر بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ دیوانے نور اللہ نے لپک کر اُس کی ڈاڑھی مونچھیں پکڑ لیں!"

کوئی شک نہیں اگر اس جگہ حامد حسین کے بدلے کوئی دوسرا ہوتا تو نور اللہ کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دی جاتیں مگر اس نے صبر سے کام لیا اور آہستہ سے نور اللہ کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اس کے ملازمین نے مالک کی بے حرمتی دیکھ کر نور اللہ کو زدوکوب کرنا چاہا لیکن حامد حسین نے ان سب کو خاموش رہنے کا حکم دے کر

نور اللہ سے دریافت کیا۔"

"تم کس جرم پر میری ناموسی کر رہے ہو۔"

نور اللہ۔ "کیا تم میری صورت دیکھ کر شناخت نہیں کر سکتے؟"

ڈاڑھی موچھیں منڈ جانے سے نور اللہ کی صورت بدل گئی تھی جو لوگ پہلے دیکھ چکے تھے ان کے لیے بھی نور اللہ کا پہچاننا امر محال بن گیا تھا اس وجہ سے اب تک کسی نے بھی اسے شناخت نہ کیا تھا۔"

حامد حسین۔ "کسی کے ماتھے کی عبارت کاتب تقدیر کے سوا کوئی نہیں پڑھ سکتا۔"

نور اللہ۔ "کیا تم نے مجھ سے شدید مطالبہ کر کے مجھے قرض لینے پر مجبور نہیں کیا تم نے میرا گھر بار چھین لینے کے لیے اپنے پیادے نہیں روانہ کیے؟ آہ میں غریب تھا اتنی مقدرت نہ تھی جو فوراً واجب الادا روپیہ پیادوں کے حوالے کر کے عزت بچا سکتا مجبوراً مہاجن سے رجوع کرنا پڑا، افسوس میرے پاس کوئی جائداد نہ تھی جسے مکفول کر کے روپیہ حاصل کر سکتا مجبوراً ڈاڑھی موچھیں رہن کرنا پڑیں! کیا اس ہتک کے بعد کوئی شریف زندہ رہنا گوارا کر سکتا ہے مجھے اسی غم نے مجنون کر دیا بازاروں میں لڑکے میرے پیچھے تالیاں دیتے اور کنکر مارتے ہیں۔ چھوٹے بڑے مجھے دیکھ کر زہر قند کرتے ہیں اور مجھے چار و ناچار گوارا کرنا پڑتا ہے! کیا میں نے خدا کو گواہ کر کے اپنی مفلسی و ناداری کی داستان نہیں بیان کی تھی۔ کیا اب تک تم میرے حال سے خبردار نہیں؟"

حامد حسین کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی! اس کے نام سے کتنا بڑا ظلم منسوب کر دیا گیا؟ حالانکہ وہ کبھی ایسے شدائد پر راضی نہیں ہو سکتا تھا دران حالیکہ اس نے کسی کو سختی کا حکم بھی نہیں دیا اور غریب آزاری کے الزام میں سن گیا! اس نے تالیف قلوب کرتے ہوئے بہت سے الفاظ استعمال کر کے نور اللہ کو اپنے پاس بٹھا لیا۔"

حامد حسین۔ "مجھے بڑا قلق ہے، کہ غلط فہمی سے آپ کی یہ حالت ہوئی! آپ میری غفلت کو معاف کر دیں ہرگز ہرگز میرا یہ منشا نہ تھا کہ آپ یوں مظالم کی بھینٹ چڑھا دیئے جائیں ہونے والی بات ہو چکی، اب اس کا کوئی علاج نہیں البتہ

مین ہر ممکن طریقے سے تلافی کرنے کی کوشش کرون گا بشرطیکہ آپ میرے چند سوالات کا جواب عنایت فرمائین "

نوراللہ " فرمائیے کیا دریافت کرنا ہے "

حامد حسین " آپ کا اکیلا دم ہے اور کافی مقدار مین زمین لگان پر لے رکھی ہے اس کی آمدنی سے آپ جاہین تو بعافیت زندگی بسر کر سکتے ہین۔ کیا وجہ ہے جو آپ ان حالون کو پہونچے "

نوراللہ۔ ٹھنڈی سانس لے کر " یہ قصہ طویل ہے۔ مختصراً اتنا گزارش کرنا کفایت کرے گا کہ مین نے ضعف پیری سے تنگ آکر دوسرون کو زمین ٹھیکے پر دیدی ہے " وہ لوگ مجکو معاہدے کے مطابق نہین دیتے۔ زمانے کی ہوائین میرے خلاف ہین میری فریاد دین آپ ایسے مقتدر حضرات کے گوشگذار نہین ہو سکتین۔ میرے ہمسایون نے دشمنی کی ٹھان لی ہے۔ قصبے بھر مین کوئی دوست نہین اور "

نوراللہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا اس کے چہرے سے شرمندگی کے آثار ٹپکنے لگے آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے جنھین بدقت روکا "

حامد حسین " کیون، کیون! آپ خاموش کیون ہو گئے۔

نوراللہ۔ اس سے زیادہ داستان غم عرض کرنے کی طاقت مجھ مین نہین آپ سے پہلے جس قدر حاکم یہان آئے مین نے خود واقعہ کیے مگر ان کو لگان ادا کر دیا ٹھیکے دارون کی بدعنوانیون کی شکایت آج سے پہلے کبھی میری زبان پر نہین آئی لیکن "

حامد حسین " کچھ سمجھ کر " معلوم ہوتا ہے، اس کے آگے کوئی راز ہے جسے آپ سب کے سامنے بیان کرنا پسند نہین کرتے مین تخلیہ مین آپ کی باتین سننے کو تیار ہون مجھے آپ کی حالت سے دلی ہمدردی ہے یاد رکھیے جس طرح موتیون کی قدر جوہری کے سوا کوئی نہین کر سکتا اسی صورت سے شریفون کی آبرو شریف ہی جان سکتا ہے۔ مین بھی آپ کی طرح مصیبت زدہ ہون مجھے بھی آپ کے مانند فلک کی گردشون کا شکوہ ہے میرے قلب پر بھی بہت سی چوٹین پڑ چکی ہین۔ اس لیے کہہ سکتا ہون اگر آپ اپنا مخلص سمجھ کر اپنا حال بیان کیجیے گا تو انشا اللہ آپ کی امداد مین کوتاہی نہ کرون گا۔

نوراللہ نے سارا بچپن اور جوانی گذار دی لیکن ایسے دل فریب الفاظ کانون مین نہ گونجے ضعیفی آئی اور آدھے سے زیادہ گذر گئی مگر کسی کی باتون مین ایسی حلاوت نہ پائی اب جو ایک ہمدرد پایا تو شدت تاثر سے بے ہوش ہو کر گر پڑا دل کی حرکت خفیف اور نبض کی رفتار مین سستی محسوس ہونے لگی حامد حسین اُس کی سقیم حالت سے نہایت افسردہ ہوا فوراً پیادے کو دوڑا کر حکیم طلب کیا اور ایک خالی مکان مین دو آدمیون کے ساتھ بوڑھے نوراللہ کو رکھ کر حکیم صاحب کو علاج کی تاکید کر دی۔

نوراللہ کو غم کے سوا کوئی بیماری نہ تھی ضعیف قلب پر اچانک غمون کا پہاڑ پھٹ پڑا تھا۔ اطبا نے اپنی تجویز مین یہی آزار تشخیص کیا اور مسکن دوائین استعمال کرانا شروع کین۔ لیکن مرض مین تخفیف کے عوض ترقی ہوتی رہی ہر صبح، شام سے زیادہ تشویش ناک اور ہر شام، صبح سے بڑھ پریشان کن ثابت ہوتی تھی۔ چارہ سازون کی تدبیرین غیر مفید اور طبیبون کی کوششین ناکارہ تھین ماء الحیات ایک ایک منٹ پر کم ہو رہا تھا۔

حالت بگڑتے دیکھ کر حامد حسین نے خواہش ظاہر کی کہ وہ کم از کم اپنی سی بلیغ اتنا کرین کہ مرنے والا موت واقع ہونے سے قبل اپنے دل کے ارمان بیان کر جائے تاکہ وہ انھین پورا کر کے اپنی اس غلطی کی (جو نوراللہ کے متعلق اتفاقیہ واقع ہو گئی) تلافی کر سکے۔

طبیبون کی تمامتر کوششین محض بیمار کے ہوش مین لانے کو صرف ہونے لگین ایک روز جب کہ آفتاب سراپردۂ مغرب کی طرف بڑھ چکا تھا حکیمون کی کوششین بار ور ہوئین۔ مریض نے بستر مرگ پر پڑے پڑے آنکھین کھول دین وہ آنکھین جن کی تمنا کی اپنی آڑ مین منتہائے نقاہت کو چھپائے ہوئے تھین۔ ان کی بے رونقی اور جو تق پن ایک ایسے حادثہ کا پیش خیمہ تھا جس کے خیال سے روح لرز جایا کرتی ہے اور بہت کم ایسے لوگ ہون گے جو صدق دل سے اس کا خیال کرتے ہون گے بیمار کے چہرے پر خون کی چھینٹ نہ تھی عموماً کمزورون کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہو جاتا ہے۔ نوراللہ کا چہرہ بھی پیلا تھا مگر پیلے پن مین مٹی کے رنگ کی آمیزش بھی معلوم ہوتی تھی دوا کا اثر خیال کیا جائے یا مشیت الٰہی لیکن اسوقت

آثار جنون مفقود تھے، چارہ گردن نے مزاج کی کیفیت دریافت کی، جس کے جواب میں نور اللہ نے نقیہ آواز میں رک رک کر اپنا درد بیان کیا جس کا مفہوم اس شعر میں ادا ہو سکتا ہے ؎

کیا پوچھتا ہے ہمدم اس جان ناتوان کی
رگ رگ میں نیش غم ہے کہئے کہاں کہاں کی

معالج نے قریب آکر نبض پر ہاتھ رکھا افسوس! اس کی امیدوں کے خلاف نبض کچھ اور بھی ڈوب چکی تھی قلب کی حرکت اس قدر خفیف تھی کہ ہر مرتبہ بند ہو جانیکا احتمال ہوتا تھا۔ المختصر موت واقع ہونے میں بہت کم وقفہ تھا۔ اس نے فوراً ایک رقعہ کے ذریعہ سے حامد حسین کو اطلاع دی۔

اگرچہ اس وقت حامد حسین بعض کاموں میں منہمک تھا، لیکن نور اللہ کی ملاقات کو سب پر مقدم سمجھا اور ماتحتوں کو ضروری ہدائیں دے کر سیدھا مریض کے حسرت کدے میں پہنچا۔ طبیب سرنگوں تھا اور چارہ ساز ہاتھ پر ہاتھ رکھے مریض کی پیٹی کے پاس خاموش بیٹھے تھے۔ مریض کی آنکھیں چھت لگی تھیں اور ہر ہر نفس پر چہرے سے رنگ حیات پرواز کر رہا تھا!

حامد حسین نے مریض کا نام لے کر آواز دی۔ ہنوز ہوشیاری باقی تھی اس نے چھت سے نظر ہٹا کر اپنے مہربان محسن کے چہرے کی طرف پر حسرت انداز سے دیکھا اور آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ فی الواقع یہ وقت ہی ایسا ہے کہ جری سے جری، بہادر سے بہادر شخص بھی استقلال کے دائرے سے نکل کر بیقرار ہو پڑتا ہے جاتی ہوئی دنیا کی، بہاریں جو یکے بعد دیگرے گذر چکی ہیں اور جن کے گہوارہ میں مرنے والے نے خوش حال زندگی کے پینگ لیے ہیں بھولے ہوئے خواب کی طرح اپنی یاد دلا کر قلب کو کھینچتی اور نئے عالم میں جانے کی وحشت اس کے قدموں کو عدم سے ہٹا کر وجود کی جانب بڑھاتی ہے لیکن مجبور و بے بس انسان اپنی مرضی کے موافق نہ تو مرنے پر قادر ہے نہ زندہ رہنے پر بقول ذوق ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

حامد حسین نہایت قوی دل تھا لیکن اس موقعہ پر اس کی شجاعت قائم نہ رہ سکی جی بھر آیا اور اس نے مجبوراً اپنی کمزوری چھپانے کے لیے مریض کے مردنی چھانے والے چہرے سے نظرین ہٹالین۔ تاثرات تو چاہتے تھے تا دیر حالت غم باقی رہے، وقت اس کا مقتضی نہ تھا۔ اس نے آہستہ سے حکیم صاحب اور چارہ سازون کو وہان سے چلے جانے کو کہا فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی کمرے مین تخلیہ ہو گیا۔ بجز مریض اور حامد حسین کے کوئی باقی نہ رہا۔

حامد حسین نے اپنے ہاتھ مین مریض کا ہاتھ لے کر "نور اللہ! مجھے تمھاری نا وقت علالت کا نہایت قلق ہے چاہتا ہون تم بہت جلد تندرست ہو جاؤ طبیب اپنی کوشش کر رہے ہین چارہ ساز تیمارداری مین کمی نہین کرتے، خدا کی مصلحتون سے ہر شخص ناچار ہے جب تک ادہر کی مہر نہین ہوتی آزار پنڈ نہین چھوڑتا تمھارے ہوشیار ہونے سے حکیم صاحب کو امید ہوتی ہے کہ دوا اپنا فعل کرنے لگی اگر خدا نے چاہا تو بہت جلد روگ زایل ہو جائے گا اور تم پھر چنگے ہو جاؤ گے۔ مین اس حالت مین تم کو تکلیف نہ دیتا، لیکن نہ معلوم کیون؟ میرا دل چاہتا ہے کہ تم سے وہ راز دریافت کر لون جسے اس روز تم ظاہر کرتے کرتے کسی خیال سے خاموش ہو گئے۔ میری غفلت سے تم پر کمبختون نے جو بدعتین کین انھین بھول جاؤ مجھے اپنا سچا دوست اور محب خیال کرو اگر تمھاری کوئی خدمت میرے ہاتھون سے انجام پا گئی تو مین اپنی خوش نصیبی خیال کرون گا تم شریف ہو جس طرح خاک [illegible] کر میرا اپنی دمک نہین چھوڑتا اسی طرح غریب و افلاس کی زندگی بسر کرنے پر بھی تمھاری روشن جبین نے نور شرافت ضایع نہین کیا۔ شریف مستحقین کی امداد کرنا ہر انسان کا فرض اعین ہے تم کو شرم نہ کرنا چاہیے مین احسان کے خیال سے نہین بلکہ اپنا فرض سمجھ کر دریافت کرتا ہون تمھارے اس روز کے تیورون سے مین نے پہچان لیا تھا کہ تم جو کچھ کہو گے وہ راز ہو گا۔ اگر میرا خیال صحیح ہے تو بھی تم کو پس و پیش نہ کرنا چاہیے شرفا راز فاش نہین کرتے۔ مین بھی شریف ہون میری رگون مین بھی وہی خون دوڑ رہا ہے جس سے تمھارے اسلاف ایران سے چلکر ہندوستان وارد ہوے یہ اور بات ہے کہ اتفاق نے تمھین مراتب اعلی پر فائز نہ کیا اور مین مدارج عزت طے کرتا

ہوا بام امارت پر پہونچ گیا"

نور اللہ "ٹھنڈی سانس لے کر" صحت! صحت!! صحت قبر مین ہو گی، مین نے دھوپ مین بال سفید نہین کیے، اپنی حالت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہون۔ وقت کم ہے فضول گفتگو مین ضایع کرنا مناسب نہین، اس لیے تمہید کو چھوڑ کر اصل مطلب کی طرف آتا ہون، آپ شریف ہین ذی ثروت ہین، اور ان سب پر طرہ یہ کہ میرے محسن ہین آپ کا دل رحم و کرم سے لبریز ہے شرفا پروری آپ کی عادت! ان خوبیونکو دیکھتے ہوئے امید کی جاتی ہے کہ آپ میرے راز کے امین ہون گے اور اگر ظاہر کرین گے تو ضرورتاً اور مجبوری سے میرا جان سنبھلدار مین آباد تھا۔ سنتا ہون میرے بزرگ نہایت ذی ثروت معزز اور صاحب اقتدار تھے، زمانے نے بے وفائی کی اور انھین تارک وطن ہو کر ہندوستان کا سفر کرنا پڑا، وہ ہندوستان آئے اور سرکار شاہی مین منصب سہ ہزاری پر فائز ہو گئے بادشاہون کے درباروں مین دوست کم اور دشمن زیادہ ہوتے ہین۔ میرے مورث اعلیٰ کے حاسدون نے بادشاہ کے کان بھرنا شروع کیے رفتہ رفتہ بادشاہ کی نظر پلٹنے لگی لیکن اونھون نے سادہ لوحی سے کچھ خیال نہ کیا سنتا ہون بڑے مرنجامرنج آدمی تھے کسی کی بدی یا غیبت کرنا جانتے ہی نہ تھے، اس لیے کبھی کسی کی شکایت مین زبان نہ کھولی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی خاموشی سے فائدہ اٹھا کر دشمن اپنا کام کرتے رہے۔ بالآخر بادشاہ کی نگاہ سے گرے منصب چھنا، وظیفہ بند اور جاگیر ضبط ہوئی، اخیر مین جان کے لالے پڑ گئے انجام کار بال بچون کو ساتھ لے کر راتون رات بھاگ نکلے اور اس قصبے مین آکر آباد ہوئے اس کے بعد سے اب تک ہم لوگون نے کھیتی باڑی کر کے زندگی کے دن گذارے غرور عالی نسبی ہمیشہ ہمارے ساتھ رہا۔ آپ کو تعجب ہوگا ہندوستان مین رہکر ہم لوگون نے اب تک اپنی اولاد کی شادی غیر قوم مین نہین خواہ اولاد ذکور ہو یا اناث! ہمارے خاندان کے سوا آپ کوئی خاندان ایسا نہ پائے گا جس نے اتنی مدت تک اپنی ہڈی اور خون کو غیر اقوام کی آمیزش سے محفوظ رکھا ہو۔ چون کہ ہمارے اور اور ہموطنون نے یہان کی عورتون سے عقد و مناکحت جائز خیال کیا اس لیے ہم نے انھین بھی اپنی لڑکیان دینے اور ان کی لڑکیان لینے سے انکار کیا!

لیکن افسوس! ہم اس رویہ پر قائم نہ رہ سکے، جب کہ ہمارے خاندان کا خاتمہ ہونے والا تھا میرے بیٹے نے ایک ہندو عورت سے پوشیدہ بیاہ کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہو گئی۔ لڑکی کی ماں تو زچہ خانے ہی مین فوت ہو گئی، لیکن بے ماں کی بچی بچ گئی۔ اس کی پرورش مین میرے اکلوتے بچے کو انتہائی مصائب برداشت کرنا پڑے۔ وہ نہ تو مجھے اس راز کی اطلاع دے سکتا تھا نہ بے ماں کی بچی کو عمداً موت کے منھ مین جھونکا جاتا تھا اس نے بدقت ایک مسلمان خاندان مین پرورش کے واسطے لڑکی سپرد کر دی اور کچھ ماہوار مقرر کر دیا۔ وہ لوگ کسی زمانہ مین ہندو مذہب کے پیرو تھے لیکن بعد مین مسلمان ہو گئے۔ کبھی چرائی پر مویشی چرا کر پیٹ پالتے اور کبھی اجرت پر کھیت جوتتے اور بوتے ہین، ان کے اخلاق ادنے اور خیالات پست ہین کسی طرح اس لڑکی کا ان کی نگرانی مین رہنا مناسب نہین مین نے بارہا قصد کیا بچی کو لے کر کسی شریف گھرانے مین دیدون لیکن چند وجوہ اس فعل سے مانع ہوے۔ اول تو مجھ مین اتنی استطاعت نہ تھی دوسرے اپنی زندگی مین یہ راز ظاہر کرنا پسند نہ تھا کم و بیش تین برس کا زمانہ ہوا جب میرا بیٹا فصلی بیماری کا شکار ہو گیا۔ اس نے شرم و غیرت کی وجہ سے مرتے مرتے مجھ پر اپنی غلطی کا راز فاش نہ کیا مرنے سے قبل ایک [illegible] پر یہ واقعہ تحریر کر کے سرہانے رکھ گیا اور اس کے بعد مجھے علم ہوا معصومہ بچی کا کوئی قصور نہین مین اس پر اپنا غصہ کیا نکالتا؟ ناچار رہا کر لڑکی کو [illegible] اس وقت اسکی عمر چھ سال کی ہے، ماشاءاللہ نہایت [illegible] ہین ہے، اس مین میرے خاندان کی سی غیرت و شرم ہے غریبی نے اس کی صحت کو مٹا رکھا ہے وہ سہمی سی جان گھر کے واسطے کنوین سے پانی بھرتی ہے، جھوپڑی کے اندر اور باہر جھاڑو دیتی اور گھر کا دھندا کرتی ہے۔ اول تو کھلونے نصیب ہی کہان اگر کبھی کوئی مٹی کا بھوا اسکے لیے لے گیا تو غریب کو کھیلنا نہین ملا، اس کی لڑکی نے چھین لیا۔ مین نے کئی مرتبہ اس کے بچون کو علیحدہ کھلونے دیئے مگر وہ بچے اپنے کھلونے توڑ کر اس کا کھلونا چھین لیتے ہین۔ ان مشقتون نے اسے بیمار ڈال دیا اور مرتے مرتے بچی میرے پاس جو دس بیس روپیہ تھے علاج کے واسطے وہان بھیج دیئے مگر علاج معالجہ

خاک بھی نہ ہوا یہی حال رہا تو اندیشہ ہے بہت جلد مر جائے گی میرے بیٹے کو اس سے بہت محبت تھی اور اپنے وصیت نامے مین اس کے متعلق سفارش لکھ گیا ہے اس لیے چاہتا ہون حتی المقدور اس کے بچانے کی کوشش کرون اپنی موجودہ علالت سے معلوم ہو گیا ہے کہ پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا صرف چھلکنے کی دیر ہے، اس لیے آپ سے التجا کرتا ہون اگر ہو سکے تو خدا ترسی کر کے معصوم لڑکی کی جان بچا لیجئے، میرے بعد اسے اس ناپاک خاندان سے آپ لے آئیے گا اور اپنی نگرانی مین تعلیم و تربیت دیجئے گا۔ اگرچہ اس کی ماں غیر قوم کی عورت تھی، لیکن نہایت شریف اور پاکباز مین نے تحقیق کر کے اس کی شرافت و پاکبازی کے ثبوت بہم پہونچائے ہین۔ امید کہ لڑکی مین والدین کی خوبیان ودیعت ہون گی اور آپ کو اس کی غور و پرداخت سے بعد کو ندامت نہ ہو گی۔

نور اللہ نے تقریر ختم کر کے سوکھے اور کانپتے ہاتھون سے ایک لپٹا ہوا بانس کے کاغذ کا ٹکڑا حامد حسین کی طرف بڑھا دیا اس کے قلب پر نہ معلوم کیا کیفیت طاری تھی کہ منھ سے بولا نہ گیا اس کی طرف کچھ اس طرح دیکھا جس کا مفہوم شکر گذاری اور التجا کے سوا کچھ نہ تھا اس نے کاغذ ہاتھ مین لے کر پڑھا جن لوگون مین لڑکی پرورش پا رہی تھی ان کا پتہ اس کاغذ پر مرقوم تھا۔"

حامد حسین۔ تم اطمینان رکھو مین صوفیہ (لڑکی کا نام) کو اپنے یہان لے آؤنگا سوے اتفاق سے اب تک نہ تو مجھے شادی کرنے کا موقعہ ملا نہ کوئی اولاد ہوئی اس بچی کو اپنی لڑکی سمجھ کر پالون گا اور جوان ہونے پر کسی شریف خاندان مین بیاہ دون گا وہ میری کمائی ہوئی دولت کی وارث ہو گی اور انشاء اللہ بہ عیش و آرام زندگی بسر کرے گی مجھے نہایت قلق ہے کہ مین اب تک تمھارے حال سے غافل رہا۔ اگر غفلت نہ کرتا تو تین برس کی مدت مین بہت کچھ مدد کر سکتا تھا خیر! جو ہونا تھا ہوا تم میرے تغافل کو معاف کرو اور یقین رکھو تمھاری پوتی کی غور و پرداخت کر کے اس قصور کی تلافی کر دون گا۔"

ساتواں باب

ہلاکِ غم

نور اللہ کی آنکھیں حامد حسین کی صورت پر لگی تھیں، میرا جملہ ہنوز ناتمام تھا کہ گستاخانہ شور کے ساتھ چند سرکاری پیادے ایک بدکار ہندو کے ساتھ کمرے میں گھس آئے وہ ہنوز واقعہ بھی نہ سمجھ سکا تھا کہ ابھی ہندو نے (جو بظاہر ان لوگوں کا سرغنہ معلوم ہوتا تھا) حامد حسین سے ڈپٹ کر کہا:

"تم سرکاری مجرم ہو، بغاوت کے جرم میں گرفتار کیے جاتے ہو"

حامد حسین: "بغاوت! تم کیا کہتے ہو؟"

چاہا حامد حسین اس سے دریافت کرتا جاتا تھا لیکن نگاہیں بوڑھے نور اللہ کے چہرے پر جمی تھیں اسے اندیشہ تھا کہ اس طوفان بے تمیزی سے کہیں نقصان نہ پہنچ جائے وہ بار بار ان لوگوں کے ناوقت گھس آنے پر دل ہی دل میں برہم ہو رہا تھا مجبوری بری ہوتی ہے سرکاری پیادوں کو نکال دینے پر قادر نہ تھا۔

نور اللہ کا دماغ خفیف غم برداشت کرنے کی قوت نہ رکھتا تھا چہ جائیکہ اپنے محسن کو قبل از وقت بغاوت کے جرم میں گرفتار ہوتے دیکھنا! ادھر سپاہیوں کے خونخوار ہاتھ بڑھے اور ادھر اس کا منکا ڈھل گیا نبضیں ساقط، دل کی حرکت بند اور روح پرواز کر گئی! حامد حسین نے ہائے کا نعرہ مارا اور کیشو سنگھ نے بھاری آواز میں کہا:

"کیا تمہارا نام کلب حسین خان نہیں؟ کیا اب سے پانچ برس پہلے تمہیں بغاوت کے جرم میں قید نہیں کیا گیا؟ اور تم موقعہ پا کر جیل سے چوروں کی طرح فرار نہیں ہوئے؟"

حامد حسین کو جھوٹ بولنے کی عادت نہ تھی، پھر کیونکر کیشو سنگھ کو جھٹلا کر

اپنے کو بے قصور ثابت کرنے کی جرأت کرتا اس نے ندامت سے سر جھکا لیا گویا اپنے قصور کا اعتراف کیا!"

اب وہ عجیب کشاکش مین پڑا تھا۔ ناوقت کی اسیری کیا کم تھی جو نور اللہ کی موت بھی واقع ہو گئی۔ غریب کا بے جان جسم پلنگ پر پڑا تھا۔ آنکھین کھلی ہوئی تھین۔ مرنے سے پہلے وہ جس طرح اپنے محسن حامد حسین کو پیار کی نظرون سے دیکھ رہا تھا اب بھی اسی طرح آنکھون کا رخ ادھر تھا۔ جب پیادون نے کمرے مین داخل ہو کر ہاتھ بڑھائے تو اس کی آنکھون سے دو قطرے سرشک خون کے ٹپک پڑے تھے اس موتی کی جوڑی کو پنجۂ مژگان ہنوز انگلیون مین دبوچے تھا۔

آہ! اس لاوارث میت کی تجہیز و تکفین کون کرے گا؟ صوفیہ! معصوم بچی کو ظالم پرورش کرنے والون سے کون چھڑائے گا؟ بیوفا زمانے بے درد آسمان! تو نے کبھی کسی کا ساتھ نہین دیا تیری گزشتین غریب آزار ہین بے شک غریب آزار! اگر مجھ سے خصومت تھی تو مصیبت کے مارے ہوئے نور اللہ نے کیا بگاڑا تھا؟ اچھا! وہ بھی گنہگار سہی! معصوم صوفیہ تو قصور مند نہین"

یہ خیالات تھے جو لمحہ کی لمحہ مین حامد حسین کے دماغ مین گونج کر نکل گئے اس نے حسرت آمیز انداز سے نور اللہ کی لاش کو دیکھا، ٹھنڈی سانس لی اور کیشو سنگھ سے کہا"

ہندو ہو یا مسلمان، بہر نوع تم بھی انسان ہو اور انسانون کے فرائض مین ہمدردی شامل ہے مین یہ نہین کہتا کہ مجھے چھوڑ دو۔ اگر تمھارے نزدیک مین قصوروار ہون تو ضرور گرفتار کرو۔ لیکن۔ لیکن اتنی مہلت دو کہ اس غریب کی مٹی ٹھکانے لگا دون، جس نے ابھی ابھی تمھارے سامنے دم توڑ دیا اور اب اس کی میت پر حسرت و عبرت ماتم دار ہے اب کسی زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے ؎

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر
آئے تھے دنیا مین اس دن کے لیے

اس کے بعد تمھاری مروت و ہمدردی گوارا کرے تو ایک روز کی مہلت دیجئے دینا کہ مرنے والے کی ایک خواہش پوری کر سکو پھر تمھارے ساتھ خوشی سے چلنے کو تیار ہوں۔"

کیشو سنگھ "یہ مہلت؟ ہرگز نہیں! ایک منٹ کی مہلت نہیں دی جا سکتی تم قید توڑ کر بھاگ نکلے ہو۔ تم نے ظل اللہ کے خلاف جوش پھیلانے اور لوگوں کو بغاوت پر ابھارنے کی کوشش کی ہے، تمھاری شخصیت حکومت کے واسطے مضر اور تمھارا وجود ملک کے لیے خطرے سے خالی نہیں! وقت سے آج تم ہاتھ لگے ہو تمھیں چھوڑ کر اپنے بادشاہ کی نافرمانی اور قانون کے خلاف ورزی کرنے کی جرات کرنا اپنی جان کو معرض ہلاکت میں ڈالنا ہے! (پیادوں سے) پکڑ لو اس باغی کو، یہ شاہی مجرم ہے خبردار! بچ کر جانے نہ پائے۔"

پیارے بڑھے، حامد حسین نے دیکھا نرمی سے کام نہیں چل سکتا درحقیقت وہ بزور فرار ہونا پسند نہ کرتا تھا لیکن نور اللہ کی تجہیز و تکفین اور صوفیہ کے خیال سے آزادی عزیز تھی، جب تک معصوم بچی کا ٹھکانا نہ ہو جائے وہ گرفتار ہونا گوارا نہیں کر سکتا، پیادوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر حامد حسین سنبھل گیا اس کی خداداد قوت ضرب المثل تھی چار پانچ پیادے تو کیا چیز ہیں اگر چالیس پچاس تنومند جوان بھی اس کی مخالفت پر خم ٹھوک کر اکھاڑے میں اتر آئیں تو حامد حسین آسانی سے ان سب کو مغلوب کر کے نکل سکتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ کیشو رام کی ایک نہ چلی جو پیادہ آگے بڑھا وہ ایک دھماکے کے ساتھ زمین پر پڑا دکھائی دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چار پانچ پیادے فرش زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔"

جن طبقوں میں مکاری کا مادہ ہوتا ہے وہ مرد میدان نہیں بن سکتے اُن کی پرفتن طبیعت انجام کار کیا دی کی طرف پھیر دیتی ہے علی ہذا القیاس کیشو رام بھی زبانی بہادر تھا، جب احباب کے مجمع میں بیٹھ کر کارنامے بیان کرتا تو اعلیٰ درجہ کا جنرل معلوم ہوتا۔ سیکڑوں لڑائیاں اس کی ضرور فتحمند تلوار نے سر کی ہوتیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے تیغہ نے چوہے کا بچہ بھی شکار

نہ کیا تھا! جعل فریب البتہ اس کے چلتے ہوے ہتھیار تھے جنھوں نے نہ معلوم
کتنے گھر بے چراغ اور کتنے خاندان تباہ و برباد کر دیے تھے۔ اس کی کنبہ نواز
طبیعت دوست دشمن کا امتیاز نہ کرتی جو سامنے آجاتا بلا تفریق اس کی
سلطنت کا شکار ہوتا گنہگار و بے گناہ اس کے مظالم کے فریادی تھے جب سے
اس نے حامد حسین کو دیہات مین دیکھا تھا اسی گھڑی سے آزار پہونچانے کی فکر مین
کر رہا تھا۔ چند روز کے عرصہ مین زمین کا گز بن گیا اور کوشش بلیغ سے اتنا پتہ
لگا لیا کہ حامد حسین دراصل کلب حسین ہے جو قید خانے کی سلاخین توڑ کر
نکل بھاگا ہے اتنا سراغ ملتے ہی اس کی کمینی طبیعت نے ابھار اور وہ عدالت
شاہی سے گرفتاری کا پروانہ حاصل کرنے کے بعد پیادون کو ساتھ لے کر
آموجود ہوا اتفاق نے اس کی تدبیرون کو الٹ دیا پیادون نے شکست
کھائی اس موقعہ پر حامد حسین سے مقابلہ کرنا یا کم از کم اس کی راہ روکنا خطرناک
تھا کیشورام خطرے کی راہ سے کوسون دور رہنا چاہتا تھا۔ اس نے چپ چاپ
حامد حسین کی باہر جانے کا راستہ دیدیا جب وہ مکان سے نکل کر چلا گیا تو کسی
دوسری کارروائی کی فکر مین خود نکل کر روانہ ہوا۔"

حامد حسین نور اللہ کی لاش تنہا مکان مین چھوڑ کر سیدھا اپنی کوٹھی آیا
اور ملازمین کو بلا کر ضروری باتین سمجھانے کے بعد چند روز کے واسطے سفر کا
قصد ظاہر کیا۔ ان امور سے فارغ ہو کر اس نے نور اللہ کے میت اٹھائی جانیکا
حکم دیا اور خود کچھ اشرفیان اور جواہرات لے کر اس گاؤن کی طرف روانہ ہوا
جہان ایک بدطینت غریب خاندان مین صوفیہ پرورش پا رہی تھی۔

کانپور سے وہ گاؤن کچھ دور نہ تھا۔ اور حامد حسین قوی بازو اور تیز رفتار
گھوڑے پر سوار نہایت جلد گاؤن مین داخل ہو گیا۔ کاغذ مین جو پتہ ترقیم تھا
اس سے معلوم ہوتا تھا، مکان مطلوبہ کے سامنے برگد کا بڑا سا پیڑ ہے اور اس کے
سائے مین کنوان ہے جس مین چرا وہی بھی بنی ہوئی ہے۔"

حامد حسین کو کنوین کی جگت پر ایک خورد سال لڑکی نظر آئی جس کے جسم پر پھٹا ہوا کرتا
اور ایک پیچھتہ کے سوا کچھ نہ تھا لڑکی نہایت بھولی بھولی حسین و جمیلہ تھی اس وقت اسکی حالت ایسی ہو رہی تھی جو خاک مین

دبا پڑا ہو۔ جبین سے اثار شرافت، آنکھوں سے شرم وحیا اور رفتار سے نیکی نمایاں تھی اس کی عمر چھ اور سات سال کے درمیان میں تھی۔ بساط سے زیادہ محنت ومشقت نے لاغر اندام اور کمزور کر دیا تھا، لڑکی نے گھڑا کنوئیں سے گھسیٹ کر نکالا۔ بار بار پانی کے بوجھ سے وہ اسی کے ساتھ کنوئیں کی طرف بڑھ جاتی تھی لیکن کبھی گراری کا کھمبا اور کبھی جگت پکڑ کر اپنے آپ کو کنوئیں میں گرنے سے محفوظ رکھتی تھی اس کے نازک بازوؤں میں اتنی قوت نہ تھی جو پانی سے بھرا ہوا گھڑا نکال سکتی بڑی دقت سے گھڑا کھینچ کر کمر پر رکھا اور رسی لپیٹ کر کاندھے پر ڈالی اور گھر کی طرف روانہ ہوئی، بوجھ سے غریب لڑکی کی کمر دوہری ہوئی جاتی تھی ہر مرتبہ معلوم ہوتا تھا اب گری اور جب گری۔ اس کی مصیبت دیکھ کر حامد حسین کا دل بے چین ہو گیا۔ آہ غریب معصوم بچی اسے معلوم نہ تھا کہ اسی غریب معصوم بچی آج صبح سے اس وقت تک آٹھ گھڑے بھر کر گھر پہونچائے ہیں جو بیٹ بھرے بدمعاشوں کے نہانے دھونے کے کام آئے اس کے علاوہ مٹی کے لوٹے چھوٹے برتن اور تانبے کی دو تین میلی کچیلی پتیلیاں مانجی ہیں سارے گھر اور گھر کے باہر جھاڑو بہار دی ہے اور کھانا پکانے کے واسطے جنگل سے لکڑیاں بٹور کر لائی ہے!"

حامد حسین نے رحیمانہ انداز سے اس کی کمر سے گھڑا اتار کر خود لے چلنا چاہا۔ غریب لڑکی سہم گئی اس نے پلٹ کر دیکھا ایک گھوڑا برگد کی جڑ سے بندھا ہے۔ ایک تنومند وخوش پوشاک امیر آدمی اس کی کمر سے گھڑا اتارنا چاہتا ہے مرعوبیت نے زبان سے تو کچھ کہنے نہ دیا لیکن دبلے پتلے ہاتھوں سے گھڑا پکڑ لیا۔"

حامد حسین "بیٹی! تم سے گھڑا گھر تک نہ جا سکے گا مجھے دیدو اور تم آگے آگے راستہ بتاتی ہوئی چلو۔"

لڑکی "(دیہاتی زبان میں) اماں تمھیں گھڑا لئے دیکھیں گی تو مجھے بہت ماریں گی۔ صبح کو مجھسے ایک گھڑا نہ اٹھ سکنے کی وجہ سے ٹوٹ چکا ہے اس پر اماں نے بہت مارا پنڈے کے نیل دکھا کر دیکھو یہ سب نیل پڑ گئے ہیں اب تک

کھانا بھی نہیں دیا ہے تمھیں گھڑا دیدینے سے اور بھی خفا ہوں گی۔"
لڑکی کی مظلومیت پر حامد حسین کا دل کڑھ گیا۔ اس نے عبرت کی نظروں سے لڑکی کے بندھے پڑے ہوئے بڑے بڑے نیلوں کو دیکھ کر کہا۔"
حامد حسین "تمھارے ماں باپ بڑے ظالم ہیں! گھڑا مجھے دو میں انہیں سمجھا دونگا وہ تم کو نہ ماریں گی۔"
لڑکی۔ واہ۔ وہ کبھی نہ مانیں گی جب تم چلے جاؤ گے تو مار مار کر خون نکال دیں گی۔"
حامد حسین "تمھارا گھر کہاں ہے؟"
لڑکی (انگلی سے بتا کر) وہ سامنے ہے۔"
گھر وہی تھا جس کا پتہ کاغذ میں لکھا ہوا تھا، حامد حسین کو یقین ہو گیا کہ یہی لڑکی صوفیہ ہے۔ نور اللہ نے جو جو باتیں بیان کیں تھیں وہ سب اس پر صادق آتی تھیں۔
حامد حسین "(لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیر کر) بیٹی کیا تمھارا نام صوفیہ ہے؟"
لڑکی۔ (حامد حسین کا منھ دیکھ کر) ہاں، یہی میرا نام ہے، تمھیں کیونکر معلوم ہوا؟"
مجھے بھی معلوم ہو گیا یہ کہہ کر حامد حسین اس کے ساتھ ہو لیا۔ دن ڈھل چکا تھا، مگر آفتاب غروب نہ ہوا تھا آخری وقت کی ہلکی ہلکی دھوپ ہرے ہرے کھیتوں کو اپنی جوت سے چمکا رہی تھی، برگد کے سامنے والی جھونپڑی کے دروازے پر ایک لڑکی اور ایک لڑکا مٹی سے کھیل رہا تھا کہ صوفیہ حامد حسین کو لیکر پہونچی دونوں بچوں نے اُسے دیکھتے ہی پکار کر کہا۔"
"مہتاری! مہتاری!! دیکھ صوفیہ اب آئی ہے۔ کنوئیں پر چرہی کے پانی سے کھیل رہی تھی۔
کسی درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لیے ہوئے ایک سیاہ فام عورت بکتی جھکتی جھونپڑی سے نکلی صوفیہ کا چہرا متغیر ہو گیا اور وہ سہم کر قسمیں کھانے لگی کہ میں کھیلتی نہ تھی۔ ظالم عورت نے اس کی قابل رحم حالت اور بھولی بھولی باتوں کا مطلق لحاظ نہ کیا لکڑی تان کر مارنے چلی۔ اگر حامد حسین سامنے نہ آجاتا

تو یقیناً وہ بڑی بے رحمی سے معصوم بچی کو زد و کوب کرتی حامد حسین کو درمیان مین دیکھتے ہی ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔

حامد حسین۔ کیا نور اللہ نے اس لڑکی کو تمھاری ہی نگرانی مین پرورش پانے کو دیا ہے۔

عورت۔ (دیہاتی بولی مین) ہان اس کے پوت نے دیا تھا۔

حامد حسین۔ نور اللہ نے وفات پائی اور مجھے وصیت کر گیا ہے کہ مین اسکی پوتی کو تم سے لیکر پرورش کرون۔ لہذا مین حسب الوصیت صوفیہ کو لینے آیا ہون۔

عورت کے تیور بگڑ گئے! اس نے فوراً سالار کے باد! سالار کے باد! کہہ کر پکارنا شروع کیا۔ موٹا تازہ ادھیڑ عمر کا ایک گنوار مرزئی پہنے دھوتی باندھے جھونپڑی سے باہر نکل آیا دونون بچے جو دروازے پر کھیل رہے تھے اپنا کھیل چھوڑ کر اس کے قریب آ گئے اور حامد حسین کی صورت دیکھنے لگے۔

عورت۔ دیکھو یہ میان جی صوفیہ کو لینے آئے ہین۔ ان کی فارسی میری سمجھ مین نہین آتی ان سے پوچھو کیا کہتے ہین۔

گنوار کا نام اللہ دیئے تھا اس کی چھوٹی چھوٹی گول آنکھون سے طمع اور تنگ پیشانی سے قلبی خباثت ظاہر ہوتی تھی یا تو وہ کھڑا ہوا حامد حسین کو نگاہون سے دیکھ رہا تھا یا ایک قدم آگے بڑھ کے بولا۔

"آپ اس لڑکی کو کیون لینے آئے ہین"

حامد حسین۔ اسکے دادا نے مجھ سے وصیت کی ہے۔

اللہ دیئے۔ مگر ہم سے تو اس نے نہین کہا تھا کہ کسی کو دیدینا۔

حامد حسین۔ (رعب بٹھاتے ہوئے) شاید تم مجھ کو پہچانتے نہین ہو۔ خیر! مین خود اپنے آپ کو پہچنوائے دیتا ہون۔ میرا نام حامد حسین ہے! یہ گاؤن میری تحصیل مین ہے۔ اگر تم میرے خلاف مرضی کوئی بات کروگے تو یاد رکھو ابھی باسیون کو بھیج کر گھر کھدوا ڈالون گا۔ اور کھڑے کھڑے تم کو یہان سے نکال دیا جائے گا۔

اللہ دیئے ۔ (ڈر کر) ہم حضور کے حکم سے باہر نہین ۔ مگر ہم نے اس لڑکی کو اپنی بٹیا کی طرح پالا ہے ہر بات کا خیال رکھا ہے اور جو کچھ کماتے ہین اس پر خرچ کر دیتے ہین ۔"

حامد حسین ۔ (کچھ سوچ کر) تم نے صوفیہ پر کتنا روپیہ صرف کیا ہے ۔"

اللہ دیئے ۔ "حضور! ہم تو پڑھے لکھے نہین ۔ کیا معلوم کتنا روپیہ صرف کیا ہے ۔"

حامد حسین ۔ "فوراً تم پرورش کے واسطے کچھ دیتے تھے ۔"

اللہ دیئے ۔ جب ان کے پاس ہوتا تھا تو دو چار روپیہ دیدیتے تھے ۔

حامد حسین ۔ خیر! جو ہوتا تھا ہوا ۔ یہ بتاؤ کچھ اندازہ کر سکتے ہو کہ کتنا روپیہ تمہارا اس لڑکی پر خرچ ہوا ۔"

اللہ دیئے ۔ (سوچ کر) دو سو ۔"

حامد حسین ۔ اگر تمہین دو سو روپیہ دیدیا جائے ، جب تو لڑکی دینے مین عذر نہ ہوگا ۔"

اللہ دیئے ۔ ہمین نہ اب عذر ہے نہ جب ہوگا ۔"

حامد حسین نے دو سو روپیہ کی اشرفیان ہمیانی سے نکال کر اللہ دیئے کے حوالے کین اور پانچ پانچ روپیہ اس کے دونون بچون کو دیکر صوفیہ کو گود مین اٹھا لیا اور درخت کے پاس آکر گھوڑا کھولا اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر صوفیہ کو گود مین بٹھا لیا اور ایڑ دے کر ایک طرف چل کھڑا ہوا ۔"

آٹھوان باب

احسان کا بدلہ احسان

اب تک حامد حسین نے طے نہ کیا تھا کہ صوفیہ کو کہان اور کس کی حفاظت مین رکھے گا اللہ دیئے سے لڑکی کو لینے کے بعد فکر پیدا ہوئی کہ اب وہ واپس

جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اتنی دیر مین کیشو رام نے۔ میری گرفتاری کا پورا بندوبست کر لیا ہوگا۔ تاوقتیکہ صوفیہ کا انتظام نہ ہو جائے گرفتار ہو جانا اچھا نہین حالانکہ اسے معلوم نہ تھا کہ اس کے چلے آنے کے بعد ہی کیشو سنگھ پتہ لگا کر اللہ دیئے کی جھونپڑی پر گیا اور اس سے مل کر کل واقعات معلوم کر لیے بلکہ حامد حسین کو عوام کی نگاہون مین ذلیل کرنے کی نیت سے وہ الزامات بھی بیان کر دیئے جو خواہ نخواہ اس کے سر تھوپ دیئے گئے تھے۔

حامد حسین اس گاؤن سے نکل کر ایک قصبے مین داخل ہوا۔ آفتاب نصف سے زیادہ غروب ہو چکا تھا اور اس کا سرخی مائل ایک حصہ کسی قدر کھلا ہوا تھا مغربی حصہ آسمان غروب ہونے والے آفتاب کے مختلف رنگون مین رنگا ہوا، دل فریبیان دکھا رہا تھا اور کسان کھیتون سے کام ختم کرنے کے بعد ہل اور بیلون کی جوڑی لیے ہوئے گھرون کو واپس ہو چکے تھے۔ حامد حسین نے گھوڑے کی باگ روک لی اور قدم قدم چلنے لگا، شام کی مفرح ہوا مین چلتے ہوئے خوف زدہ دل کی تسکین افزائیون مین سرگرم تھین۔"

یکایک حامد حسین ایک ایسے ضعیف العمر کسان سے دوچار ہوا جسے اب سے پہلے کبھی دیکھ چکا تھا اس نے کئی بار اس کے چہرے پر نظرین گڑو کر حافظہ پر زور دیا، لیکن یاد نہ آیا کہ کہان دیکھا ہے؟ کسان کی بھی یہی کیفیت تھی از بسکہ حامد حسین کے دماغ کو افکار نے مختل کر رکھا تھا اس لیے اس سے قبل کسان نے پہچان لیا اور نہایت ادب سے سلام کیا شکر گزاری کے انداز پر دیکھنے لگا اس کے دیکھنے سے حامد حسین کو تعجب سا ہوا اور گھوڑا روک کر دریافت کیا تم کون ہو؟"

کسان "میرا نام الہ بخش ہے جوانی لکھنؤ مین امیرون کی ڈیوڑھی پر گذاری بڑھاپے مین بال بچون کے ساتھ کھیتی باڑی کر کے خدا کی بندگی مین دن بسر کرتا ہون۔"

حامد حسین "کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟"

الہ بخش "اپنی جان بچانے والے کو بھول بھی سکتا ہون؟"

الہ بخش نے وہ واقعہ بیان کر دیا جب چھکڑے کے پھٹے مین دبا پڑا تھا

اور حامد حسین نے اس کا پاؤن پہیئے سے نکال کر جان بچائی علاج کرایا اور ڈولی پر سوار کر کے گھر بھجوا دیا تھا اس کے بعد اسے اپنے یہان مہمان کرنے کی التجا کی "

حامد حسین "افسوس! وقت نہین ورنہ ایسے شریف الخیال دوست کی مہمانی سے انکار نہ کرتا۔ البتہ اگر تم میرے سلوک کا بدلہ نہین، نہین مجھ پر کوئی احسان کر سکتے ہو تو اس لڑکی کی پرورش کا بار اٹھاؤ۔ اگر بدنصیبی اور گردش تقدیر نے مجھے زندہ چھوڑا تو کسی وقت آکر اپنی امانت واپس لے جاؤن گا۔

الہ بخش نے بخندہ جبین بلا ہچکچاہٹ سے منظور کیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا "اگر مین کچھ اور مدد کر سکتا ہون تو بسر و چشم حاضر ہون جس کے جواب مین حامد حسین نے شکر گزاری کی ہنوز وہ بوڑھے کسان کے گھر تک نہ پہونچنے پایا تھا کہ پچیس سوار دور سے آتے نظر آئے جن کے برچھون کی آنیان شام کی ہلکی سیاہی مین کبھی کبھی چمک جاتی تھین "

بوڑھے کسان تو واقعہ کی نوعیت سے خبردار نہ تھا جو سپاہ شاہی کے آنے کی غایت معلوم کر سکتا۔ حامد حسین نے دور سے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ کیشو رام میری گرفتاری کے واسطے فوجی کمک لے کر آیا ہے۔ دلیر ہونے پر بھی اس کی جبین سے شکستگی کے آثار ہویدا ہو گئے۔ لیکن صوفیہ یا بوڑھا کسان شام کی بڑھنے والی تاریکی مین اس کے چہرے کا جلد جلد متغیر ہونا دیکھ نہ سکا "

لکھنؤ سے کانپور آنے کا یہی راستہ تھا، اکثر مختلف اوقات مین قافلے گذرا کرتے تھے۔ کبھی کبھی شاہی فوجین بھی کانپور آتی جاتی رہتی تھین اور آئے دن ایسے مناظر دیکھتے رہنے کی وجہ سے گاؤن والون کی آنکھین قریب قریب عادی ہو گئی تھین "

کسان نے سوارون کو آتے دیکھ کر کچھ خیال نہ کیا جس لاپرواہی اور اطمینان سے راستہ طے کر رہا تھا اسی طرح چلتا رہا "

حامد حسین "معزز میزبان! تعجیل کرو، وقت تنگ ہے اور دشمن سر پر آپہونچے اگر انھون نے مجھے دیکھ لیا تو فوراً گرفتار کر لین گے اور پھر میرے یا تمھارے کچھ بنائے نہ بنے گی۔ بے قصور ہونے پر بھی مجھے گرفتاری کا رنج و ملال نہین صعوبات سے

اٹھاکر کس کو فائدہ پہنچا سکون تو نہایت خوشی سے آزادی کی آسائشین قربان کرنیکو تیار ہون لیکن غم نصیب معصوم لڑکی صوفیہ کی بھلائی کے واسطے چند روز کی آزادی چاہتا ہون۔ میرے بعد اس کی خبر گیری ایسی نہ ہوگی جیسی خبر گیری کو میرا دل چاہتا ہے"

الہ بخش لاعلمی کی وجہ سے حامد حسین کی گفتگو کا مفہوم نہ سمجھ سکا اسے حیرت تھی کہ حامد حسین کو اسیری سے کیا واسطہ، شاہی سوار جو کسی ضرورت سے شاید کابل کو جا رہے ہین اُسے دیکھ کر کیون گرفتار کرین گے وہ دریافت طلب نگاہون سے حامد حسین کی صورت دیکھنے لگا"

حامد حسین۔ یہ وقت واقعات بیان کرنے کا نہین، پہلے مجھے ان کی نظرون سے پوشیدہ کرنے کی تدبیر کرو اس کے بعد اطمینان سے میری سرگذشت سن لینا"

الہ بخش دیہات کے بعض مخفی مقامات سے واقف تھا اپنے محسن کو گھبرایا ہوا دیکھ کر انگلی سے ایک طرف جانے کا اشارا کیا اور صوفیہ کو اس کی گود سے اتار کر اپنی گود مین لے لیا۔ حامد حسین بھاگ کر ڈھاک کی گنجان جھاڑیون مین گھس گیا جھاڑیان عجب عنوان سے واقع ہوئی تھین۔ چارون جانب درخت تھے جن کی شاخین آپس مین مل کر دیوار کی صورت بن گئی تھین۔ درمیان تھوڑی زمین افتادہ تھی جس پر دو سو آدمی بہ اطمینان پھیل پھیل کر بیٹھ سکتے تھے۔

حامد حسین کے جانے کے بعد الہ بخش بھی صوفیہ کو لے کر قریب کی ایک جھاڑی مین روپوش ہو گیا واقعات کا علم نہ ہونے سے طبیعت گھبرا رہی تھی جی چاہتا تھا کسی طرح اپنے محسن کی پریشانیون کا سبب معلوم ہو جائے تو خاطر خواہ مدد دے کر اس کے گذشتہ احسان کی تھوڑی بہت تلافی کر دی جائے صوفیہ نا سمجھ تھی اسے کیا معلوم تھا کہ مین جن کی آغوش مین پناہ گزین ہوئی ہون وہ کیسے مصائب کا شکار ہو رہے ہین۔ اس کے نزدیک جہان اور بہت سے کھیل تماشے تھے وہان یہ بھی ایک افسردگی بخش تماشہ تھا جس نے اس کی قوت ممیزہ مین تحریک پیدا کر دی تھی اور وہ عالم استعجاب سے نکل کر اصلیت کی تہ پر جا پہونچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ننھی سی عقل نے جہان تک ساتھ دیا اس نے

حامد حسین کے بھاگ جانے کے اسباب و علل پر غور و خوض کیا۔ تاہم اس کے واسطے یہ مالا یخل وقوعہ تھا!"

کیشو سنگھ کی معیت مین پچیس سوارون کا گاروہ ٹھیک اسی جگہ پہونچ گیا جہان تھوڑی دیر پہلے حامد حسین اور الہ بخش مین باتین ہو رہی تھین کیشو رام نے دور سے اس جگہ دو آدمیون کو دیکھا تھا۔ ہر چند اندھیرے کی وجہ سے وضع قطع کی شناخت کرنے سے قاصر رہا۔ لیکن اس مین کلام نہین کہ اس نے دیکھ لیا تھا یہان پہنچ کر کسی کو نہ پانا تعجب انگیز تھا چاہئے تو یہ تھا کہ وہ آگے بڑھا چلا جاتا اور جب کوئی کسان واپس جاتا دکھائی دیتا تو دریافت کرتا لیکن اس نے ایسا نہین کیا۔ بلکہ چند آدمیون کو حکم دیا کہ چارون طرف دیکھ بھال کر کسی آدمی کو میرے پاس لائین کہ ان سے دریافت کرکے آگے کا رخ کیا جائے۔

پانچ سوارون نے جنگل مین کسی آدمی کو ڈھونڈھنا شروع کیا۔ چھپنے والون کا نصیب سمجھو یا کیشو سنگھ کی بدقسمتی کہ پانچون سوارون مین سے کسی کو بھی جھاڑی کے اندر جانے کا خیال نہ ہوا۔ وہ لوگ تھوڑی تھوڑی دور چارون جانب دیکھ بھال کر کیشو سنگھ کے پاس واپس آکر بولے "

سوار۔ ہم لوگون نے اس جنگل کا پتہ پتہ دیکھ ڈالا یہان کوئی آدمی نہین ہے قریب ہی گاؤن ہے۔ وہان چلنے پر کسان سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔

کیشو سنگھ نے سر جھکا کر چند لمحہ تک کچھ غور کیا اس کے بعد گھوڑے کی باگ ڈھیلی کرکے گاؤن کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اس کے عقب مین پچیسون سوار روانہ ہو گئے جب ٹاپون کی آواز مین آنا بند ہوا تو حامد حسین اپنی جھاڑی سے اور الہ بخش اپنے مامن سے باہر نکلے۔ حامد حسین نے گاؤن جانا مناسب نہ سمجھ کر وہین ایک درخت کی شاخ سے گھوڑا باندھ دیا اور زمین پر بیٹھ کر الہ بخش کو قریب بیٹھنے کے واسطے کہا "

حامد حسین۔ الہ بخش سے کل واقعات بیان کرکے یہ شخص خواہ مخواہ درپے آزار ہے چونکہ صوفیہ کی غور و پرداخت کرنا ہے اس لیے مین ابھی اپنی آزادی کھونا نہین چاہتا۔ اس لڑکی کو تم اپنی حفاظت مین رکھو۔ مین لکھنؤ جا رہا ہون۔ وہان سے

واپس ہوکر اسے اپنے ساتھ لیتا جاؤن گا۔"

الٰہ بخش "شوق سے آپ جایئے لڑکی بہت اچھی طرح میرے یہان رہے گی۔ آپ کی خدمت گذاری مین میری جان بھی کام آجائے تو دریغ نہین۔ یہ جان آپ ہی کی بخشی ہوئی ہے۔ اس روز آپ نہ بچاتے تو میرا زندہ رہنا محال تھا۔ اگر مین اور کسی طرح آپ کی خدمت کرسکتا ہون تو اپنا خادم دیرینہ تصور فرماکر ارشاد کیجئے مجھے عذر نہ ہوگا۔ افسوس! آپ سے ایسے وقت سا " ہوا" مین نہ تو کوئی خاطر کرسکتا ہون نہ دو چار روز غریب خانے پر ٹھہر کر اظہار شکر گذاری کرسکتا ہون۔ اگر صوفیہ کا معاملہ نہ ہوتا تو اس موقعہ پر مین بھی ہمراہ رکاب چلتا۔"

حامد حسین۔ "اشرفیان اور جواہرات کی تھیلی دیکر بچی کی پرورش کو فی الحال یہ رقم حاضر ہے۔ اگر مین لکھنؤ سے جیتا پلٹا تو اور جو کچھ ہوسکے گا دون گا ورنہ اس لاوارث لڑکی کو اپنی اولاد سمجھ کر پرورش کرنا اور جب جوان ہو تو کسی شریف لڑکے سے عقد کر دینا خدا تمھین اس کا اجر نیک عطا کرے گا۔"

الٰہ بخش نے لڑکی کو گلے لگا کر منہ چوما۔ گویا حامد حسین کی باتون کا جواب اثبات مین دیا وہ انتہا کا رقیق القلب واقع ہوا تھا شرفا کی حضوری نے اس مین اچھے خیالات پیدا کر دیئے تھے۔ یہ اسی صحبت کا فیض تھا کہ وہ محسن شناسی اور خدا ترسی کے محاسن سمجھتا تھا۔ جاہل تھا مگر بدتمیز پڑھے لکھون سے بہتر قوم کا جولاہا تھا لیکن بدچلن شرفا سے اعلےٰ و افضل!"

حامد حسین نے اس کی گود سے صوفیہ کو لے کر پیار کیا۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور ٹھنڈی سانس لیتا ہوا کھڑا ہوگیا غریب لڑکی کو کیا معلوم تھا کہ اس کا شریف و رحیم محسن کیسی مجبوری کے عالم مین اس سے جدا ہو رہا ہے۔ "اس کی زندگی مین پھر بھی کوئی نیک ساعت ایسی آئے گی جو واپس ہوکر اپنی محبت کا اظہار کرسکے؟"

ابتدائی تاریکون کا چاند نکل آیا تھا اور درختون کی پھنگیان روپہلی رنگ مین ڈوبی ہوئی گھنے پتون سے چھن کر آنے والی چاند کی زمین پر چھٹکی ہوئی دھوپ چھان کی نظر فریب کیفیت دکھا رہی تھی چارون طرف ہو کا عالم ... تھا کبھی کبھی قریب کے گاؤن یا آس پاس کے کھیتون سے کتون کے بھونکنے کی

خوفناک آوازین آ آکر معصوم صوفیہ کے ننھے سے کلیجے کو ہلا جاتی تھی۔

جاہد حسین نے الوداعی نظر ڈال کر صوفیہ کو رخصت کیا اور شریف الخیال کسان (اللہ بخش) سے خدا حافظ کہتا ہوا گھوڑے کے پاس آیا اسے درخت کی شاخ سے کھولا رکاب پر پاؤں رکھ کر پشت پر سوار ہوا اور پُر حسرت نگاہون سے پس ماندون کو دیکھتا ہوا منزل کی طرف روانہ ہو گیا نہ معلوم کیون۔ مگر جب تک نظر نے کام دیا ناسمجھ صوفیہ اور بوڑھا کسان جانے والے کی طرف دیکھتا رہا اور جب وہ درختون کی آڑ مین ہو گیا تو گھوڑے کی ٹاپ سنتا رہا۔"

نوان باب

حق و صداقت

جاہد حسین نے لکھنؤ کا رُخ کیا۔ تھوڑی دیر قبل ادھر ہی سے شاہی سوار گذرے تھے اس لیے اب ان کے پلٹ پڑنے کا خوف باقی نہ تھا۔ پھر بھی کسی نہ معلوم خوف نے اس کے دل کو کمزور کر دیا تھا۔ اور وہ راستہ چلتے چلتے مڑ کر پیچھے دیکھنے لگتا تھا۔"

کم و بیش پندرہ کوس زمین طے کرنا تھی صبح سے گھوڑا تسل ہو رہا تھا تاہم اس کی مضبوطی پر جاہد حسین کو بھروسہ تھا۔ کئی گھنٹون بعد وہ لکھنؤ پہنچ گیا۔ رات کو نواب قربان حسین خان کی ڈیوڑھی پر چوکیدار پہرا دے رہے تھے پھاٹک کے پہلو مین گھڑیال تھا اس کے برابر ناندے مین پانی بھرا تھا اور پانی پر ایک کٹورا تیر رہا تھا جس کے پیندے مین چھوٹا سا سوراخ تھا اور اس کی راہ سے کٹورے مین پانی بھر آیا تھا۔ کٹورے مین سوراخ بنانے مین صنعت سے کام لیا گیا تھا یعنے اس حساب سے سوراخ کیا گیا تھا کہ ایک گھنٹے مین اتنا بھر جائے کہ کٹورا ڈوب جائے اور چوکیدار معلوم کر سکے کہ ایک گھنٹہ گذر گیا۔ گھڑیال کی

تپائی کے پاؤن مین ستلی بندھی تھی اور ستلی مین چند لکڑن کی گولیا گندھی تھین جنکے ذریعہ سے گھنٹون کا شمار یاد کیا جاتا تھا۔

جب حامد حسین ڈیوڑھی پر پہونچا ہے ٹھیک اسی وقت کٹورا ڈوبا اور پہرے دار نے دو بجائے! ادہر حامد حسین نے پھاٹک کی کھڑکی کو ہاتھ سے دھیرے دھیرے دبایا۔

پہریدار "کون ہے؟"

حامد حسین "حامد حسین!"

چوکیدار نے کھڑکی کھول دی۔ حامد حسین اندر داخل ہوا۔ چوکیدار نے زبان سے تو کچھ نہ کہا لیکن اس کے تیور دیکھ کر حامد حسین نے پہچان لیا کہ میرے ناوقت آنے سے چوکیدار کو استعجاب ہے۔

حامد حسین "حقیقت مین رات گئے کانپور سے یہان آنا باعث حیرت ہو سکتا ہے مگر انسانون کے دم کے ساتھ ان کی ضروریات ہین۔ بہت باتین خلاف توقع پیش آتی ہین جن کی وجہ سے بلا انتظار وقت ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑتا ہے۔ اس وقت میرا یہان آنا بھی ضرورت پر مبنی ہے۔ کیا نواب صاحب آرام فرما رہے ہین؟"

حامد حسین اپنے مہمل سوال پر خود ہی شرمندہ ہو گیا۔ اسے معلوم تھا نواب قربان حسین خان دس اور گیارہ کے درمیان مین سو جایا کرتے ہین۔

چوکیدار "سرکار تو ہمیشہ دس بجے آرام کرتے ہین۔ کیا آپ کو معلوم نہین؟"

حامد حسین "ہان جانتا ہون۔ راہ کی پریشانیون نے بلا سمجھے میری زبان سے کہلوا دیا تم خیال نہ کرنا۔"

حامد حسین کے واسطے جو کمرہ مخصوص تھا اس کی کنجی اسی کے پاس رہتی تھی حسن اتفاق سے کنجیون کے گچھے مین وہ کنجی بھی موجود تھی اور گچھا جیب مین پڑا تھا حامد حسین نے کمرہ کھولا شمع روشن کی اور پلنگ پر لیٹ کر اپنی حالت پر غور کرنے لگا۔

اتنی رات کسی نہ کسی طرح کٹ گئی۔ پریشانیون کا عالم ناقابل بیان ہے مصیبت اسیرون پر خوف کی راتین جس صورت سے گذرتی ہین حامد حسین نے بھی اسی عنوان سے شب کاٹی۔ صبح کو نماز فجر ادا کر کے نواب قربان حسین خان کی حضور مین حاضر ہوا۔

نواب صاحب خاص عنایت فرماتے تھے۔ تمام ملازمین پر توقیت دے رکھی تھی اور اکثر نہایت بے تکلفانہ گفتگو کرتے تھے۔ تخلیہ کی صحبتوں میں ادب و آداب بھی معاف تھا۔ اس نے حامد حسین کو گفتگو کرنے میں وجہ رکاوٹ نہ تھی اس نے نواب صاحب کو مخاطب کیا۔"

قربان حسین "کیسے؟ خلاف وقت کیوں کر آنا ہوا؟"

حامد حسین "ایک راز ہے جسے ابھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا امید ہے حضور بھی اصرار نہ فرمائیں گے۔ آگاہی کے واسطے صرف اتنا بتا دینا کفایت کرے گا کہ خادم سخت مصیبت میں گھر گیا ہے کسی نہ کسی طرح قدیم دشمنوں کو میرا پتہ معلوم ہو گیا اور وہ فرض الزامات قایم کر کے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ ایک مقام پر سامنا بھی ہوا لیکن میں بزور انھیں مغلوب کر کے حضور کی حمائت میں بھاگ آیا۔ صرف اس لیے کہ چند روز کی رخصت لے کر فرخ آباد چلا جاؤں۔ وہاں پہنچکر موجودہ خطرات سے آزاد ہو جاؤں گا۔ چند روز بعد جب شورش کم ہو جائیگی تو پھر حاضر ہوں گا۔"

قربان حسین "(کچھ سوچ کر) آپ کے جانے سے میرے یہاں کے انتظامات میں بہتری پڑ جائے گی۔ فی الحال آپ سا لائق شخص میرے یہاں موجود نہیں اور مجھے آپ سے اُنسیت بھی ہو گئی ہے، دل نہیں چاہتا آپ کو اپنے پاس سے علیحدہ کروں لیکن جب آپ کی مجبوریوں پر نظر کرتا ہوں جو آپ نے بیان کیں تو آپکی مصلحتوں کے خلاف روکنے بھی بن نہیں پڑتا کاش آپ اخفائے راز کی خواہش نہ کرتے اور میں دریافت حال کر کے بقدر قوت امداد کر سکتا تو نہایت خوشی کا موجب تھا۔"

حامد حسین "مجھے نہایت رنج ہوتا ہے، جب یہ خیال کرتا ہوں کہ راز دل کو اپنے محسن سے چھپا رہا ہوں۔ کیا کروں، واقعات ہی ایسے واقع ہوئے ہیں کہ کہنے سننے بن نہیں پڑتا، گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا مضمون ہے۔ زمانہ نے مہلت دی تو ایک روز از خود آپ پر میرا راز روشن ہو جائے گا امیدوار ہوں مجھے خوشی سے رخصت عنایت فرمائیے۔ میری موجودگی نہ صرف میرے ہی حق میں مضر ہو

بلکہ جس پر مین اپنی جان تک نثار کرنے کو ہمہ وقت موجود ہون اس کے واسطے بھی خطرے سے خالی نہین مجھے اپنی جان کا خیال نہین ہے کوئی خیال ہے تو اپنے وعدے اور ایک مرنے والے کی وصیت کا۔ ایک معصوم کی بھلائی میری زندگی کے ساتھ وابستہ ہے محض اس واسطے چند سال زندہ رہنا چاہتا ہون میری زندگی کی امید اسی وقت کی جاسکتی ہے، جب مین مدعیون کی دست رس سے باہر ہو جاؤن اور لکھنؤ یا کانپور مین رہ کر یہ بات ممکن نہین ہے"

قربان حسین "بہتر ہے، جو مناسب وقت ہو عمل مین لائیے۔ جب تک آپ فرخ آباد مین قیام رکھین وقتاً فوقتاً مجھے اپنی حالت سے اطلاع دیتے رہین۔ مین کسی نہ کسی ذریعہ سے آپ کو ممکن امداد پہنچاتا رہون گا"

حامد حسین "میرا رویان رویان آپ کے واسطے دعائے خیر کرے گا۔ شاید آج ہی رات کی تاریکی مین خادم قدم مبارک چھوڑ کر کوچ کر جائے گا"

قربان حسین "ہین۔ اتنا جلد؟ بھلا دو چار روز تو یہان رہیئے"

حامد حسین۔ ارادہ سفر میری مرضی پر چھوڑ دیجئے۔ ممکن ہے آج ہی چلا جاؤن یا دو ایک روز حاضر رہ کر شرف حضوری حاصل کر سکون"

نواب قربان حسین خان نے حامد حسین کی خواہشات منظور کر لین وہ دن حامد حسین نے ضروریات مہیا کرنے مین بسر کیا۔ شب کو جب نواب کی خدمت مین حاضر ہوا تو مصاحبین کا جماؤ تھا سب لوگ نواب کو محظوظ کرنے کے واسطے خوش گپیون مین منہمک تھے۔ حامد حسین بھی سلام کر کے مناسب حال جگہ پر بیٹھ گیا"

شیخ صاحب "(یہ بزرگ زندہ اخبار تھے) حضور کو یاد ہوگا، پانچ برس قبل نواب کلب حسین خان کو بغاوت کے جرم مین سزا ہوئی تھی اور تا صدور فیصلہ ثانی نظر بند کر دیا گیا تھا"

قربان حسین "ہان ہان وہ تو جیل سے نکل بھاگے"

شیخ صاحب "جی ہان اب کیشو سنگھ نے اس کا پتہ لگایا۔ اس کا بیان ہے عرصہ سے وہ کلب حسین کی جستجو مین حیران و سرگردان پھرا کرتا تھا بدقت

پتہ لگا۔ آج صبح وہ اسے گرفتار کرکے لایا ہے!"

اس صحبت کیشو سنگھ کی دانائی، تلاش اور روانگی کی ستائش کرنے لگے حامد حسین کو کوئی فکر لاحق ہو گئی۔ اس نے خیال کیا "نہ معلوم کون بے جرم کیشو سنگھ کے مظالم کا شکار رہا؟ کلب حسین خان کے گرفتار کرنے کی اس میں قوت نہیں وہ اس وقت آزاد ہے"

حامد حسین، حقیقت میں حامد حسین نہ تھا۔ بلکہ کلب حسین خان کہنا چاہیے جس کو بعض دشمنوں نے سزایاب کر دینے کی نیت سے جھوٹے الزامات کا مرتکب ثابت کرکے بادشاہ کو منفض کر دیا تھا۔ انھوں نے محض قید ہونے پر بھی اکتفا نہ کی بادشاہ کے کان بھر بھر کر قتل کا حکم حاصل کرنا چاہا۔ ہنوز اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ کی تھی کہ کلب حسین خان جیل سے نکل بھاگا اور ان کے تجویز شدہ منصوبے غارت ہو کر رہ گئے۔ اور اور لوگ تو کچھ دنوں بعد وہ بیٹھے۔ لیکن کیشو سنگھ کی آتش بغض عناد سرد نہ پڑی وہ رات دن جو یار رہنے لگا۔ اتفاق سے ایک روز سامنا ہو گیا۔ ہر چند اس نے پوری طور پر شناخت نہ کیا پھر بھی ٹوہ لینے لگا۔ آخر کار اس کا شبہ یقینی سے بدل گیا اور اس نے کلب حسین کی گرفتاری کی ناکام کوشش کی جو اوپر کے کسی باب میں بیان کی گئی ہے۔ جب کلب حسین کی گرفتاری میں ناکامی نصیب ہوئی تو اس نے خفت مٹانے کے لیے خیال سے ایک بے خطا شخص کو گرفتار کرکے قاضی کے سامنے پیش کر دیا۔ اور درباریوں سے ساز باز کرکے بادشاہ سے اسی کے قتل کا حکم حاصل کرنے کی ملعون سعی کرنے لگا۔ اس کارروائی سے اس کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے معتبر ذریعوں سے کلب حسین خان کی نیکی طبیعت اور صداقت پسندی کا راز معلوم کر لیا تھا۔ جانتا تھا کلب حسین کا انصاف پسند دل کسی بے خطا کا قتل گوارا نہ کرے گا اور سنتے ہی اپنے کو ظاہر کرکے اسے آزاد کرا دے گا۔

کیشو سنگھ کا یہ خیال غلط نہ تھا۔ حامد حسین حقیقت میں بے قصوروں کو سزا پاتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جب سے اس نے شیخ صاحب کی زبانی کسی بے گناہ کا اپنے عوض گرفتار ہونا سنا تھا۔ پہلو میں دل بے قرار تھا کبھی اس کی انصاف پسند طبیعت اپنے آپ کو ظاہر کرکے بے خطا کو مصیبت و آلام سے آزاد کرا دینے کا

تقاضہ کرتی تھی کبھی صوفیہ کا خیال پرورش دامن تھام کر روکتا اور اس کے اعلیٰ عزائم کا سدباب کرتا تھا۔ مصیبتون مین ایک سنگین مصیبت اور زیادہ ہوگئی تھی۔

نواب قربان حسین کی صحبت والے کلب حسین خان کے متعلق اپنے اپنے خیالات ظاہر کر رہے تھے کوئی اپنے زعم مین خطا وار و گنہگار خیال کرتا تھا اور کوئی مظلوم سمجھ کر سارا الزام دشمنون کے سر رکھتا تھا۔ ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق موافقت و مخالفت مین سرگرم تھا۔ لیکن حامد حسین کو ان باتون کی مطلق خبر نہ تھی اس پر طویل سکوت مستولی تھا۔ خیالات فضائے بسیط مین اوڑ رہے تھے اور وہ کسی ایک رائے پر ٹکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تمام قوتین سمٹ کر ایک جا ہوگئی تھین اور سب باہم مل کر صرف ایک عقدۂ لاینحل کے حل کرنے مین مصروف تھین۔

رات کے دس بج گئے۔ نواب اٹھ کر محل مین جانے لگے لیکن حامد حسین کو خبر نہ ہوئی! لوگون سے شائستگی سے تمسخر کرنا شروع کیا چارون طرف سے ادکھیان آنے لگین، اور وہ مبہوت بنا بیٹھا رہا! جب نواب نے شانہ ہلا کر ہوشیار کیا تو چونکا، چونکا اور اپنی بے محلی ربودگی پر غم و غصہ کھانے لگا۔

گہری خاموشیان ہرگز نظر انداز ہونے کے قابل نہ تھین، گو اس نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا مگر لوگون نے اس کے افکار کا راز تاڑ لیا اور بقدر عقل و دانش ہر شخص کنہ دریافت کرنے لگا۔ دنیا کی باتین سمجھ مین آگئین مگر سکوت کا اصلی سبب معلوم کرنے سے ہر شخص قاصر رہا۔

کچھ سمجھا تو نواب قربان حسین خان نے سمجھا۔ کیون کہ صبح کو حامد حسین بے حد تھوڑا بہت حال کہہ سنایا تھا، انھون نے بھی بوجہ لاعلمی جدید پریشانی کا غلط اندازہ لگایا۔ لیکن حامد حسین کو مجبور کرکے پوچھنے کی کوشش نہ کی بلکہ اور پوچھنے والون کو دریافت حال سے روک دیا۔

مصاحبین رخصت ہوکر گھرون کو گئے نواب محلسرا مین تشریف لے گئے حامد حسین بادل برخواستہ اپنے کمرے مین آیا۔ یون تو کل کی رات بھی اس کے واسطے سخت ترین راتون سے تھی لیکن آج کی پریشانیان حد سے بڑھی ہوئی تھین

صبح ہوئی، دنیا کا کاروبار حسب معمول جاری ہوا، حامد حسین بھی حجرے سے برآمد ہوا لیکن چہرہ اداس، آنکھیں پھٹی پھٹی، لب خشک اور دل مضطرب تھا رنگ کا زردی پن یکایک کسی مہلک مرض کے لاحق ہونے کی خبر دیتا تھا نواب قربان حسین خان نے تغیر حال کا سبب دریافت کیا۔ اس نے پھر کچھ کہہ سن کر ٹال دیا ساتھ ہی یہ بھی گذارش کر دیا "

"غالباً کل صبح میں رخصت ہو جاؤں"

سارا دن اضطراب میں گذرا۔ شہر کی گلی کوچوں میں کلب حسین خان کی گرفتاری کے افسانے بیان ہو رہے تھے بے فکرے الفاظ کی رنگ آمیزی سے بات کا بتنگڑ بنا بنا کر اجنبیوں اور لاعلموں سے بیان کرتے تھے۔ شام کو نواب صاحب کی صحبت میں پھر مصاحبین کا جمگھٹا ہوا۔ فی الحال کلب حسین خان کا ذکر ایسا نہ تھا جو صحبتوں میں بیان ہوتا۔ کل طرح آج پھر شیخ صاحب نے کہا "

کیشو سنگھ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گیا۔ بادشاہ نے کلب حسین خان کے قتل کا پروانہ دیدیا کل علی الصباح اُسے حکم سنا کر قتل کر دیا جائے گا "

آہ! کیسی پریشان کن اطلاع تھی۔ حامد حسین کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کے دھوکے میں کسی بے جرم کی جان جائے اور وہ باخبر ہونے پر بھی صبر کیے بیٹھا رہے ناممکن! بالکل ناممکن!! اس نے بجائے خود طے کر لیا کہ صبح عدالت کے روبرو حاضر ہو کر اپنے آپ کو ظاہر اور بے خطا پھنسنے والے کو آزاد کرا دوں گا جب عدالت میرا کلب حسین ہونا باور کرے گی تو بزور ان کے ہاتھوں سے نکل کر فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ اگر بچ کر نکل سکا تو فبہا ورنہ غریب صوفیہ کا اللہ والی ہے الٰہ بخش نیک اور خداترس شخص ہے۔ ممکن ہے خالق مطلق اس کے دل میں رحم ڈال دے اور وہ مجھے بہتر تعلیم و تربیت دے سکے "

دس بجے نواب حرم سرا اور مصاحبین اپنے گھر گئے۔ حامد حسین اپنے کمرے میں آیا۔ اس کے علم و یقین میں یہ رات زندگی کی آخری رات تھی موجودہ لمحات محض خیالات کی الجھنوں میں ضایع کرنے کے قابل نہ تھی اس نے جانماز بچھا کر بہ خلوص نیت عادت خدا کرنا شروع کی۔ اب تک دانستہ و نادانستہ

جو گناہ صادر ہوئے تھے ان کے عفو کی دعائین مانگی۔ انھین متبرک استغنال مین صبح ہو گئی۔"

ادھر مشرقی حصے پر سپیدی چھائی اور ادھر محل سرا کا پردہ اٹھا اور نواب قربان حسین خان مردانے مکان مین برآمد ہوے۔ حامد حسین قریب گیا اس کے چہرے معمولاً بحال تھا۔ رات بھر کی عبادت نے دل مین تقویت اور دماغ مین فرحت پیدا کر دی تھی۔ صاحب سلامت کے بعد اس نے رخصت طلب کی اور بشرط حیات واپس آنے کا وعدہ کیا۔

نواب کو حامد حسین کی جدائی شاق تھی کسی طرح دل گوارا نہ کرتا تھا کہ رخصت عطا کرے لیکن مجبوریون اور مصلحتون کو دیکھتے ہوے وداع کر دینا مناسب سمجھا۔"

آفتاب طلوع ہو چکا تھا کہ حامد حسین باہر نکلا۔ اس کا رخ عدالت کی طرف تھا یہ زمانہ امجد علی شاہ کا تھا و نصیر الدین حیدر اور محمد علی شاہ دس اور پانچ برس حکومت کر کے راہی ملک بقا ہو چکے تھے، دربار سلطانی تماشائیون سے کھچا کھچ بھرا تھا۔ تخت مرصع کا رہ ضعیف و عبادت گذار بادشاہ رونق افروز تھا اس کی خدا ترسی اور انصاف پسندی دلون پر راسخ ہو چکی تھی۔ لیکن بعض کو ابتک اہل عملہ کی سازشون نے بالآخر دھوکا دے ہی دیا۔ آج ایک بے قصور کو قتل کا تو حکم دیا جانے والا تھا۔ قیدی لوہے مین جکڑا ہوا حاضر تھا اور کارروائی شروع ہونے والی تھی کہ حامد حسین دربار مین حاضر ہوا اس کے قبل کہ اس کی طرف کوئی شخص مخاطب ہو اس نے ادب آموز انداز سے کھڑے ہو کر عرض کی۔"

ظل اللہ! اصل مجرم دربار عالی مین حاضر ہے کیشو سنگھ جس شخص کو گرفتار کر کے لایا ہے یہ محض بے قصور ہے، چونکہ مجھے اس کی خاطر جمعی کی عجلت ہے، اس لیے زود قدح سے پہلے ثبوت پیش کیے دیتا ہون، پہلا ثبوت تو کیشو سنگھ کا مشاہدہ ہے اس نے میری فوت کی حالت دیکھی ہے غالباً وہ انکار نہ کرے گا۔ تیسرا ثبوت دوسرا ثبوت تیر کے بجون کا نشان ہے جو شکار کے موقع پر زخم آ جانے سے

پیدا ہوگیا ہے"
نشان بہت بڑا اور سیاہ تھا۔ سب درباریون نے دیکھا، اور کلب حسین کی جرات سے حیران رہ گئے کوئی بھی اس طرح دوسرون کو بچانے کے لیے جان دینے نہین آسکتا وہ اپنے پاؤن سے مقتل مین چلا آیا کیشورام نے ہرچند اسی خیال سے ناکردہ خطا کو پھانسا تھا، مگر اس موقعہ پر وہ بھی از خود رفتہ ہوگیا حامد حسین کو دربار سے نکل کر فرار ہونے کا موقعہ اس سے بہتر کیا مل سکتا تھا اس نے بغیر وقت ضایع کیئے دربار سے نکل جانا چاہا اور ایسا ہی ہوا بھی"

دسوان باب

"صوفیہ"

زمانہ دس سال آگے بڑھ آیا، دنیا بمنزلہ دس سال بوڑھی ہوگئی۔ مگر صوفیہ کے چمن شباب مین بہار آچکی تھی۔ اس کا بچپن جوانی کی پرکیف امنگون سے بدل چکا تھا طفولیت کا بھولا پن رخصت ہوئے دو تین سال گذر گئے اس کے بدے حسین و جمیل چہرے پر شباب کی شوخیان کھیل رہی ہین، راحت و آرام کی زندگی پاکر قیامت کی جوانی نکالی ہے! کوئی شک نہین کہ اس کا حسن لاجواب اس کی ادائین بے مثل اور اوس کے ناز بے مثل ہین، اچھی ترتیب نے اخلاق کو یون سنوار دیا ہے، جیسے جلا بلور کو یا صیقل تلوار کو چمکا دیتی ہے حسن کے ساتھ سلیقہ مندی، عفت شعاری اطاعت گذاری کے جوہرون نے اور بھی چار چاند لگا دیئے ہین"

گذرا ہوا زمانہ خواب و خیال ہوگیا ہے۔ اسے یاد بھی نہین کہ جب وہ ناسمجھ لڑکی تھی اس زمانے مین اس کی زندگی وسط صحرا مین ایک جھونپڑی کے اندر نہایت مصیبت مین گذری ہے۔ اس کے نزدیک جو کچھ ہے وہ حامد حسین ہے"

اسی کو باپ اور اسی کو ماں سمجھتی ہے۔"

حامد حسین نے صوفیہ کی تعلیم و تربیت میں اپنے کو وقف کر دیا تھا اردو فارسی کی کتابیں خود پڑھائیں تھیں۔ اخلاق کی تعلیم بھی اپنے ہی ذمہ لی تھی نواب قربان حسین کی شریف پروری نے اسے اوقات گذاری کی طرف سے بے فکر کر دیا تھا۔ ماہ بماہ متعدد بہ رقم پہونچتی رہتی تھی اور وہ فرخ آباد میں بہ اطمینان امیرانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اب نہ کوئی کام تھا نہ کسی چیز کی فکر کا بلکہ کچھ بھی تھی وہ صوفیہ کی تھی۔"

کبھی کبھی لکھنؤ کی یاد آ کر دل تڑپا جاتی تھی۔ مگر وہاں ہنوز کیشو سنگھ سا دشمن جان و آبرو موجود تھا۔ اس لیے حامد حسین نے ادھر کا رخ نہ کیا۔"

امجد علی شاہ وفات پا چکے تھے اور لکھنؤ کے تخت پر آخری تاجدار محمد واجد علی شاہ بیٹھا حکمرانی کر رہا تھا اس کی مدت حکومت سے نصف زمانہ ختم ہو چکا تھا خوشامدیوں نے بادشاہ کی تمام تر توجہ عیش پرستی کی طرف پھیر دی تھی اور وہ ہمہ وقت ناچ و رنگ کی صحبتوں میں ڈوبا ہوا تھا۔"

قربان حسین خان نے اگلا برتاؤ (حاکم و محکوم) بند کر کے دوستانہ و برادرانہ طریقہ برتنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کوئی معمولی شخص نہیں پوتڑوں کا نواب کلب حسین خان ہے، جو زمانے کی مخالفت سے ان حالوں کو پہنچا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنی آمدنی کا معقول حصہ اس کے اخراجات کے واسطے وقف کر دیا اور وہ فرخ آباد میں شان و شوکت سے زندگی بسر کر رہا تھا۔"

زمانہ حسب معمول آگے بڑھ رہا تھا، بادشاہ کی عیش پسندیوں نے امراء و شرفا کو بھی اسی رنگ میں رنگ دیا تھا کبھی مینا بازار لگا یا جاتا تو کبھی قیصر باغ کے میلے ہوتے اور بادشاہ کسی صحبت میں اندر بنتا تو کہیں گلفام کے بھیس میں نظر آتا۔"

کلب حسین کو لوگ بھول چلے تھے۔ نواب قربان حسین خان نے رنگ شہر دیکھ کر پہلے تو خطوط لکھ کر کلب حسین کو لکھنؤ بلانا چاہا لیکن اس کی احتیاط

اجازت نہ دی ہر بار لکھنؤ آنے سے انکار کر دیا قربان حسین خان کو نہ معلوم کیوں کلب حسین خان کو بلانے کا خیال پیدا ہوگیا؛ جب وہ تمام تدبیرین کر تھکا تو اپنے جوان بخت جوان سال فرزند حاتم علی خان کو فرخ آباد روانہ کر دیا کہ جس طرح ممکن ہو اپنے چچا کو ساتھ لے آؤ۔

حاتم علی خان کی عمر ماشاءاللہ انیس سال کی تھی۔ مسین بھیگ رہی تھین اور سبزہ آغاز تھا چونکہ قربان حسین خان خود ہی با اخلاق رئیس تھا اس نے اپنے اکلوتے بچے کو اس زمانے کے نامور عالمون اور آدمیون سے تعلیم دلوائی تھی، بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ حاتم علی اپنے عہد کے تمام امیرزادون سے قابل خلیق اور بامروت واقع ہوا تھا چھوٹے بڑون کا بقدر مراتب پاس، وادب کرنا۔ ہر شخص سے بخندہ پیش آنا عام دستور تھا۔ اس کی نمایان خوبیون مین بہترین خوبی یہ تھی کہ اور امیرزادون کی طرح مرزا بھوہانہ تھا ضرورت کے وقت محنت وجفاکشی سے دم چرانا سیکھا ہی نہ تھا، اس کے دل چسپ اشغال تو علمی صحبتین اور ادبی چرچے تھے، لیکن فن ریاضت وسپہ گری کا شوق بھی مناسب درجہ پر تھا واکثر شکارگاہ مین زور بازو کے ہمشل کرشمے دکھا چکا تھا۔ اس کے ہم سن وصوب کے خوف سے جب خس کی ٹٹیون مین بیٹھے ہوے گرمی کی شکایت کرتے ہوتے، ٹھیک اسی وقت حاتم علی کا گھوڑ وکھیتون کی بینڈون پر تیز رو حرنون کا تعاقب کرتا دکھائی دیتا اور جب بعض امیرون کے فرزند بجلی کی چمک اور بادل کی کڑک سے خائف ہوکر کمرون مین قلعہ بند ہوتے اس وقت حاتم علی پیتال کی ترائی مین شیر کا شکار کھیلتا پایا جاتا۔

قربان حسین خان کو اپنے فرزند سے محبت تھی، اور بہت تھی، مگر وہ پرانے خیال کے ہندوستانی والدین کی طرح اپنی حقیقی محبت وشفقت کو نادان کی دوستی بنانا پسند نہ کرتا تھا جب محبت کا وقت آتا تو وہ نہایت شفیق باپ بن جاتا مگر جب تربیت کرتا تو اس سے زیادہ کوئی سخت نہ تھا۔

حاتم علی باپ کا حکم پاکر فرخ آباد روانہ ہوگیا، اس کے ہمراہ صرف آٹھ آدمیونکا چھوٹا سا قافلہ تھا، اگرچہ گھر مین شکرین موجود تھین اور ڈاک کا معقول انتظام

ہو سکتا تھا۔ لیکن حاتم علی نے گھوڑے کی سواری پسند کی اور منزلین کرتا ہوا بخیر و خوبی فرخ آباد پہونچ گیا۔

حامد حسین اپنے آقا زادے کے ورود کی اطلاع پاکر جس طرح بیٹھا تھا اسی طرح باہر نکل آیا اور بڑے عزت احترام سے مکان مین لے گیا۔ ہمراہیون نے کمرین کھولین۔ گھوڑے اصطبل مین باندھے گئے اور حاتم علی خان کی ضیافت کا انتظام ہونے لگا۔"

حامد حسین نے اب تک حاتم علی خان کو صوفیہ کے راز سے آگاہ نہ کیا تھا، اسکے اچانک پہونچ جانے سے نئی فکر پیدا ہو گئی صوفیہ کو چھپانا کسی طرح مناسب نہ تھا حاتم علی کے والد نے جو فیاضانہ سلوک اور احسانات کیے تھے ان کا یہ مقتضی ہرگز نہ تھا کہ وہ اس کے فرزند سے کسی قسم کی غیریت کرتا اور سامنا کرانے مین بعض اندیشے ایسے تھے جنھین حامد حسین دل سے زبان تک لاتے ہوئے ڈرتا تھا۔

ایک روز اسی پس و پیش مین بسر ہو گیا، حاتم علی نے مردانے مکان مین بسر کی۔ اسے کیا معلوم تھا حامد حسین (جسے وہ اپنے والد کے حکم سے چچا پکارنے لگا تھا) کے ساتھ پردہ نشین عورتین بھی ہین! نہ کبھی اپنے یہان تذکرہ تا اس قسم کی افواہین گوش زد ہوئی تھین۔ اس کے نزدیک بظاہر مکان مین صرف حامد حسین رہتا ہے، یا اس کا متعلقہ عملہ جس کے بغیر امرا کا کام ہی نہین چل سکتا۔

البتہ فرخ آباد پہونچ کر اس نے حامد حسین کے مکان مین حرم سرا اور پردے کا انتظام دیکھ کر شبہہ کیا مگر وہ شبہہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ "معلوم ہوتا ہے کھانے پینے یا بعض ضروریات سے حامد حسین نے کچھ عورتین ملازم رکھی ہین جو پردے مین رہتی ہین۔"

حامد حسین جب سے صوفیہ کو اپنے ساتھ لایا تھا، اسی خیال سے ہمیشہ زنانے مکان مین سویا کرتا تھا۔ اول اول تو صوفیہ اس کے ساتھ سویا کی لیکن جب سے جوانی کی آمد آمد ہوئی اس کے واسطے حامد حسین اپنے برابر چھپر کھٹ بچھوانے لگا اور حاتم علی خان کے آنے کے بعد بھی اس نے باہر کا سونا مناسب نہ سمجھا بلکہ شب کو معقول عذر کرکے محل مین چلا گیا۔

حاتم علی کو یقین تھا کہ حامد حسین مجھے اپنے پاس بلائین گے لیکن عذر کر کے چلے جانے سے اس کو سخت تعجب پیدا ہوا اور اس نے دل ہی دل مین اس برتاؤ پر غور کیا۔ جب کوئی وجہ سمجھ مین نہ آئی تو حامد حسین کی مصلحت پر حمول کر کے خاموش ہو رہا تاہم اس کے دل کو تھوڑا رنج پہونچا جس برتاؤ کی امید نہ ہو سکے صادر ہونے سے اکثر قلب مین ٹھیس لگتی ہے! حاتم علی لاکھ لاکھ اس برتاؤ کو بھولنے کی کوشش کرتا۔ مگر رہ رہ کر خیال پیدا ہو جاتا اور وہ باتین کرتے کرتے تخیل کے عمق مین ڈوب جاتا۔

حامد حسین بھی ان حالتون کو محسوس کر رہا تھا، اس کی تجربہ کار نگاہین حاتم علی کے دل مین ڈوب کر ان رازون سے واقف ہو چکی تھین جنھون نے اس بلا استعجابی حالتین مستول کر رکھی تھین۔ مگر وہ ٹالنا چاہتا تھا، اس وقت تک ٹالنا چاہتا تھا جب تک حاتم علی خود ہی جرأت کر کے لبون تک حرف شکوہ نہ لائے اونس مین غالباً یہ مصلحت شامل تھی کہ شاید حاتم علی (خلاقی کمزوری مین مبتلا ہو کر دریافت حال نہ کر سکے اور مین اپنے مقصد مین کامیاب ہو جاؤن حالانکہ مشیت الٰہی سے بے خبر تھا اُسے خود نہین معلوم تھا کہ آیندہ کیا پیش آنے والا ہے۔

ایک روز حسب معمول حاتم علی کے پاس بیٹھا ہوا باتون مین مشغول تھا ادھر ادھر کے تذکرے چھڑے ہوئے تھے اور ہر شخص اپنے علم و عقل کے موافق رائے زنی کر رہا تھا، اتفاق سے اہل صحبت مین سے ایک ایک اٹھ کر جانا شروع ہوا تھوڑی دیر مین یکے بعد دیگرے سب لوگ اٹھ کر چلے گئے کمرے مین حاتم علیخان اور حامد حسین کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔

حامد حسین۔ میان! یون تو آپ کا آنا میری عزت اور خوشنودی کا موجب ہے لیکن اب تک تشریف آوری کی غایت نہ معلوم ہوئی۔ محض سیر و تفریح تو خیال کی نہین جا سکتی ضرور کوئی نہ کوئی بات ہے جسے اب تک آپ نے مصلحتاً ظاہر نہین فرمایا۔ اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو شوق سے فرمایئے مین جان و مال سے حاضر ہون۔ آپ کے والد کے احسانات ایسے نہین جو مین جان دے کر بھی ان سے سبکدوش ہو سکون، آپ کو ملک خوارد ل سے کوئی پردہ یا تکلف نہ چاہیے

اب تک مین نے انتظار کیا اور خیال کرتا رہا کہ آپ خود ہی ارشاد کرین گے، اب ضبط کی تاب نہین۔ آقازادے کو زیادہ دنون تک انتظار کی سختیون اور موقعہ محل کی تلاش مین بھٹکانا میرے واسطے نہایت شرمناک اور تکلیف دہ ہے اسوقت یہان کوئی موجود نہین، مین ہون اور آپ، یا وہ حاضر و ناظر ہے جو قدرت کاملہ سے عالم متزلزل کے ہر ذرے پر نظر رکھتا ہے بے سُنے دلون کی باتین جانتا ہے اور بے مشاہدہ کئے بندون کی حالتون کا معائنہ کرتا ہے جو کہین نہین رہتا اور پھر ہر جگہ موجود ہے، اس کی ذات کائنات پر محیط ہے اور کوئی چیز اس کے برتو سے خالی نہین۔ اگر کسی کے آنے یا چھپ کر سُن لینے کا اندیشہ ہو تو مین انتظام کیے دیتا ہون، کسی ذی روح انسان کی مجال نہین جو یہان آکر پوشیدہ طور سے آپ کی گفتگو سُن سکے۔"

حاتم علی "چچا جان! ایسے جملے فرمایئے جو مجھکو شرمندہ کردین اور مین تمام باتین بھول کر خاموشی اختیار کرنے پر مجبور ہو جاؤن۔ آپ میرے بزرگ ہین آپ کو میرے ساتھ وہی برتاؤ کرنا موزون ہین جو بزرگ خوردون کے ساتھ برتا کرتے ہین، مین خود پس و پیش مین تھا کہ اپنا مافی الضمیر کیون کر اور کس لفظون مین گذارش کرون شکر ہے آپ نے خود ہی دریافت فرما کر مجھے بڑی کشاکش سے آزاد کرا دیا اب تمہید اٹھانے کے لیے الفاظ تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی اور مین نہایت آسانی سے اپنا مطلب بیان کر سکون گا مجھے والد نے آپ کی خدمت مین روانہ کیا ہے اور فرمایا ہے، کہ تم اپنے چچا کو ہر ممکن طریقے سے رضامند کر کے لکھنؤ لے آؤ مین آپ کا چھوٹا ہون اس لئے خیال کرتا ہون اگر کسی بات کی ضد کرون گا تو محبت والے بزرگون کی طرح آپ کو میری ہٹ پوری کرنا ہوگی۔ لکھنؤ مین اب کوئی خوف باقی نہین۔ والد نے انتظام کر لیا ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی افتاد پڑی تو وہ آسانی کے ساتھ بادشاہ سے عفو تقصیر کرا سکتے ہین اس لیے وطن چھوڑ کر پردیس مین قیام کرنا اچھا نہین معلوم ہوتا امیدوار ہون میری التجا قبول فرما کر میرے ساتھ وطن تشریف لے چلئے۔"

خالد حسین۔ آپ شریف ابن شریف ہین۔ مجھے آپ کی زبان سے قابل قدر فقرات

سن کر تعجب نہین ہوا شرفاء کے خیالات ایسے ہی ہونا چاہئے، مین بھی شریف خاندان کا ایک فرد ہون اگرچہ مین نے غلطی سے اپنے خاندان کی عزت خاک مین ملادی، اسلاف کے نام کو بدنام کردیا پھر بھی میری رگون مین وہی خون دوڑ رہا ہے میری شرافت گوارا نہین کرتی کہ اپنے محسن کے احسانات کو نہ سراہون اگر میرا ہر موئے بدن زبان بن جائے تو ہر زبان سے گذشتہ احسانون کا اعتراف کرون۔ اور بعد مین افسوس کرون کہ اعتراف کا پورا حق ادا نہ کرسکا، خیر، یہ ذکر بے محل ہے آپ نے مجھے جن باتون کا اطمینان دلایا دراصل مجھے ان کا رتی خوف نہین کمینہ سنگھ کی خباثتین صرف اتنا ہی کرسکتی ہین کہ میری ہستی کو صرف غلط کی طرح صفحہ عالم سے مٹادین، مین بے جرم وخطا قتل کردیا جاؤن اور دشمنون کا کلیجہ ٹھنڈا ہوجائے اس سے زیادہ لوگ کچھ نہین کرسکتے مگر واضح رہے کہ عابد حسین مرنے کے خوف سے نہین تھرا تا موت تو ایک خواب شیرین ہے جس کے واقع ہونے کے بعد انسان تمام علائق سے پاک جھگڑون اور منازعون سے آزاد ہوجاتا ہے جہان ہستی کا بیر داور میان سے اٹھا اور حیات سرمدی کا زمانہ شروع ہوگیا وہ زندگی۔ زندگی ہوتی ہے جس مین نہ تو بیماری آزار پہنچا سکتی ہے، نہ کوئی واقعہ مبتلائے آلام کرسکتا ہے موت کا کھٹکا باقی نہین رہتا۔ اگر بعض امور سد راہ نہ ہوتے تو اب تک لبیک کہہ کر موت کی طرف بڑھ چکا ہوتا۔ تقدیر نے میرے ہاتھ مین ایک کام سونپ دیا ہے، جب تک اُسے پورا اور اپنے گذشتہ گناہون کی تلافی نہ کرلون مرنے سے حتی المقدور بچتا رہون گا

حاتم علی یہ درست ہے، مین زیادہ بحث نہین کرسکتا، علی الخصوص اس حالت مین جبکہ مجھے بہت سی باتون کا علم نہین البتہ اتنی گذارش کرنے کی جرات کرون گا کہ فرخ آباد مین بیٹھ کر جو کام انجام دیئے جاسکتے ہین وہ لکھنؤ کی زمین پر اس سے بہتر طریقے سے ہوسکتے ہین۔ پھر کوئی وجہ نہین جو خواہ مخواہ وطن سے دور اور احباب سے جدا ہوکر ناخوش گوار زندگی بسر کی جائے"

گفتگو کا نتیجہ حسب منشا زنگل آیا عابد حسین لکھنؤ چلنے پر آمادہ ہوگیا۔ اگر کوئی پس وپیش تھا تو صوفیہ کے وجہ سے یہان تو کسی نہ کسی طرح پردے کا انتظام رہا راستے مین یہ صورت قایم نہین رہ سکتی۔ شکرم پر تو خیر لڑکی کو مجبوری حاتم علی کو

مستعجب کئے بغیر نہین رہ سکتی ضرورت تھی کہ سفر سے قبل اسے بعنوان شائستہ اس راز سے آگاہ کرکے صوفیہ کا سامنا کرا دیا جائے۔

اب تک تو چھپایا اب کس بہانے سے سامنا کیا جائے؟ یہ سوال تھا جو بار بار حامد حسین کے دل مین پیدا ہوکر متفکر بنا جاتا۔ ایک روز کامل اسے سوچتے گذر گیا۔ آخر طے پایا کہ بغیر پچھ کئے اچانک سامنا کرا دینا مناسب ہے۔

گیارھوان باب

عشق و روانگی

دوسرے روز جب آفتاب روزانہ مسافت قطع کرکے بحر مغرب مین ڈوب رہا تھا اور اس کی الوداعی شعاعین حامد حسین کے بائین باغ کی دیوارون اور درختون کو سنہری رنگ مین رنگ رہی تھین۔ حامد حسین کے ایک خدمت گار نے حاتم علی خان سے مودبانہ التماس کی۔

"حضور کو سرکار بائین باغ مین یاد فرما رہے ہین۔ مگر ارشاد ہوا ہے کہ حضور تنہا تشریف لائین"

حاتم علی نے پیام سنا لیکن اس کی نوعیت نے متحیر کر دیا۔ تنہا آنے کی قید کیون لگائی گئی؟ اب تک کبھی زنانے مکان مین طلب نہ کیا تھا آج نئی بات کیون کی گئی؟ خیالات تھے جو دفعتہً دل مین پیدا ہو گئے۔ اور حاتم علی سر جھکا کر سوچنے لگا۔ خدمت گار جواب کے انتظار مین دست ادب باندھے سامنے کھڑا تھا تھوڑی دیر بعد حاتم علی نے سر اٹھا کر جواب دیا۔ "اچھا آتا ہون" اور پھر غرق تخیل ہو گیا۔ کوئی نہ معلوم قوت اس کے صحیح دل کو مرعوب کر رہی تھی! بائین باغ مین جاتے ہوے اضطراب ساتھا، دل آپ سے آپ دھڑک رہا تھا اور وہ اسے جبراً روکنے کی ناکام کوشش کرتا تھا۔ کئی مرتبہ اٹھنے کا قصد کیا۔ تھوڑا اٹھا بھی لیکن قدمونکو

لغزش ہوئی اور وہ گھبرا کر بیٹھ گیا۔ اس کمزوری سے خجل ہو کر اس نے چارون طرف دیکھا کہ کسی نے اس کی اس کمزوری کو محسوس تو نہین کیا؟ اور پھر طبیعت پر قابو حاصل کر کے اٹھا قدم آگے بڑھانا چاہتا تھا اور پاؤن پیچھے ہٹے جاتے ہین۔

پائین باغ مردانخانہ سے ملحق تھا صرف چند کمرے اور ایک صحن طے کرنے کے بعد مختصر سا خوب صورت دروازہ ملتا تھا جس کو طے کرنے کے بعد پائین باغ شروع ہوتا تھا۔ لیکن حاتم علی کے واسطے اتنی مسافت فرسخون سے کم نہ تھی۔ بدقت تمام ہچکچاتا اور رکتا ہوا پائین باغ کے دروازے تک پہونچ گیا یہان قبل ہی سے ایک کہاری منتظر تھی، وہ حاتم علی کو ٹھٹھکتے دیکھ کر بولی "حضور تشریف لائین"

حاتم علی جرات کر کے باغ مین داخل ہوا مختصر سا بغیچہ نہایت خوبصورت عنوان سے اپنی دل فریبیان ظاہر کر رہا تھا پھولون کے پودے پھلون کے درخت مہندی کی روشین اور گلابون کے تختے، الگ الگ اپنی بہارین دکھا رہے تھے وسط باغ مین پھوس کا حسین و خوشنما بنگلہ تھا۔ بنگلے کے اندر کرسیون کی نشست پر ایک عورت اور حاسد حسین بیٹھا سورج کے ڈوبنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اس طرف دونون کی پشت تھی جس کی وجہ سے حاتم علی عورت کی صورت نہ دیکھ سکا۔

آہ! غریب کو کیا خبر تھی کہ وہ ایسے مقتل مین بلایا گیا ہے جہان حسین آنکھون کے بے پناہ تیر اس کے قلب کو چھلنی کر دینے کے واسطے بغیر کسی قصد و ارادے کے آمادہ ہین۔ جہان سیاہ اور گھنی مژگانون کی بیشمار برچھیان تنی ہوئی ہین اور اداؤن کی چھریان عالم اجنبیت مین حلال کر ڈالنے پر کمربستہ ہین!!؟

حاتم علی کا دل دھڑکنے لگا، پاؤن مین لغزش مستانہ پیدا ہو گئی اور قدم آپ سے آپ پیچھے ہٹنے لگے کوئی شک نہین کہ وہ شہامت و بسالت مین اپنا آپ نظر تھا، اس کے پہلو مین قوی دل تھا جس نے بارہا بھری برسات مین شیرون کی گرجتی ہوئی آوازین سنین اور خوف کو پاس نہ آنے دیا اس نے ڈاکہ زنون کے ہنگامہ رست و خیز مین کمزوری کا اظہار نہ کیا۔ اس وقت نہ معلوم کیون ڈرا جاتا ہے کاش کوئی اس کے کان مین کہہ دیتا کہ اے نادان اجمیل دلو خیز لڑکی جس صفائی سے

نگاہون کے تیر برسا سکتی ہے۔ حسین چہرہ جس آسانی سے شہ زورون کو مغلوب کر سکتا ہے وہ باتین ضیغم کے نعرون اور بدوؤن کی تلوارون کو کہان نصیب؟ اگر حاتم علی تیزی کے ساتھ نکلنے تک نہ پہونچ سکا تو کوئی تعجب نہین، اس پر حالت ہی ایسی طاری تھی جو قدم روکتی تھی کہاری کو ان کیفیات قلبیہ سے کیا علاقہ وہ جذبات محبت محسوسات شباب کے فلسفہ کو کیا سمجھ سکتی اس نے حاتم علی کو رکتے تھمتے دیکھ کر قدم بڑھائے اور حامد حسین کو حاتم علی کے آنے کی اطلاع کر دی۔"

حامد حسین اٹھا اس کا اٹھنا تو کچھ ایسا نہ تھا اب سے پہلے صدہا بار اس نے حامد حسین کو اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے دیکھا تھا قیامت تو اس کے ساتھ دنیائے حسن (صوفیہ) کا اٹھنا، آفتاب سے آنکھین لڑانے کی قدرت انسان مین نہین، آہ وہ چہرہ جو بے محابا اس کے سامنے ہوا تھا، آفتاب سے بہت زیادہ پر نور تھا، حاتم علی کی آنکھون مین خیرگی پیدا ہو گئی، حسن نے نہ معلوم کیا جادو پھونکا کہ تم علی نے آنکھین بند کر لین اور ربودگی طاری ہو گئی۔"

خدا جانے کب تک یہ عالم مستولی رہا مگر جب ہوش آیا تو اس کے کانون مین یہ آواز پڑی۔"

حامد حسین "صوفیہ" سلام کرو، یہ تمھارے بڑے بھائی اور محسن زادے ہین ان کے والد نے میرے ساتھ صدہا احسانات کیے ہین اور یہ انھین کا طفیل ہے کہ آج ہم تم عافیت کے ساتھ امیرانہ زندگی بسر کر رہے ہین۔"

ساتھ ہی شاخ سیمین کو جنبش ہوئی ہزارون بجلیان ایک ساتھ چمک چمک کر اس کی عقل و خرد ہر گرین ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ نغمہ خیز آواز مین صوفیہ نے کہا۔"

"بھائی تسلیم"

تیر اور برچھیان دل توڑ سکتی ہین، حسینون کی نگاہین کلیجے مین ڈراتی ہین مگر وہ آواز ان سے بھی زیادہ آسانی کے ساتھ دل مین اتر گئی۔"

حاتم علی نے اپنی از خود رفتگی کو پیغمبر راز مین رکھنے کی کوشش کی اور دلکو

سنبھال کر حامد حسین کی طرف دزدیدہ نظرون سے دیکھ کر معلوم کرنا چاہا کہ وہ
اس کے فوری طاری ہو جانے والی کیفیات سے خبردار تو نہین ہوا؟ اور
اسے ایک خوشنما پھول کی طرف نگران پاکر مطمئن ہوگیا۔ دل تو اب بھی دھڑک
رہا تھا، نظرون مین فی الحال خبرگی کا اثر باقی تھا، تاہم بہت کچھ حالت سنبھل
گئی تھی۔"

حامد حسین "(حاتم علی سے) آپ متحیر ہون گے مین تو تنہا تھا یہ لڑکی کہان سے
آگئی؟ حقیقت مین آپ کا استعجاب بے محل نہین، مین نے اس راز سے کسی کو
آگاہ نہین کیا تھا۔ اب تک لڑکی کو چھپائے رکھا لکھنؤ سے دور رہ کر اس کی
تعلیم مکمل کی اب ماشاءاللہ وہ سمجھ دار اور جوہر علوم سے آراستہ ہے، مین اب بھی
یہ راز ظاہر نہ کرتا لیکن آپ کے اصرار اور اپنی مجبوریون پر نظر کرکے افشاء راز ہی
مناسب معلوم ہوا نہ کوئی ہو سکتا تھا کہ آپ کی خواہش رد کرتا اور نہ لڑکی کو
تنہا چھوڑنا گوارا تھا۔ اب کوئی عذر باقی نہین جب آپ چلنا چاہین چلین، مین،
ہم رکاب ہون۔"

حاتم علی نے جواب نہ دیا خاموش کھڑا سنتا رہا تقریر طولانی نہ ہونے پر
بھی موثر تھی کیونکہ حامد حسین نے بلا تصنع اپنا مافی الضمیر سادہ اور مختصر الفاظ
مین ادا کر دیا تھا، وہ سر جھکائے تھا لیکن کبھی کبھی مشتاق نگاہین چپکے چپکے
پلکون کی اوٹ سے نکل کر ایک نوبہار ناز کے چہرے کو (جو فروغ حسن سے بجائے
خود گلستان ہو رہا تھا) تاکنے لگتین تھین حالانکہ یہ نظارہ بازی چند سکنڈ بھی
قایم نہ رہ سکی یا تو رعب حسن یا حامد حسین کا لحاظ نظرون کو ادھر سے ہٹا لینے
پر مجبور کرتا۔"

حامد حسین، حاتم علی کو ساتھ لیے ہوئے بنگلے مین آیا اور کرسی پر بیٹھ کر
ادھر اودھر کی باتین کرنے لگا۔"

حاتم علی خاموش تھا گویا قوت گویائی سلب ہوگئی تھی! ایسی ہی کوئی جواب
طلب بات ہوتی تو "جی ہان" "جی نہین" "بجا و درست" کہہ کر ساکت ہو جاتا۔
حقیقت مین آج کا روز حاتم علی کی زندگی مین عجیب با کیف انقلاب پیدا

کر دینے والا روز تھا اس کے حسیات شباب مین خریدار ہلچل مچ گئی تھی جو امنگین اب تک لاعلمی اور بے حسی کے گہوارہ مین پڑی آرام کر رہی تھین ذرا سے ٹہوکے مین نہایت شورش انگیز عنوان سے بیدار ہوگئین، ارمانون نے دل مین خلش پیدا کردی اور دماغ تخیل محبت سے لبریز ہوگیا! ولولے ابھرے اور قیامت زا ہنگامے کرابھرے! امنگون نے آنکھون پر پٹی باندھنا شروع کردی۔"

وہ روز تو گذر گیا، لیکن اپنے ساتھ حاتم علی کا عیش و آرام اور راتون کی نیند بھی لیتا گیا! اس کے جسم پر لباس حریر تھا، مگر اس کی اڑ مین دل مضطرب راتون کو پھولون کی سیج تیار رہتی مگر آنکھون کی نیند غائب سیر و شکار سے قطعی تنفر پیدا ہوگیا۔ محبوب مشاغل طاق نسیان کی تزئین ہوگئے! اب کوئی خیال تھا تو صوفیہ کا اور کچھ یاد تھی تو اوس کے حسین و جمیل چہرے کی جس نے آفتاب کی طرح آنکھون مین چکا چوند پیدا کردی تھی آدھی رات گذر چکی ہے سارا زمانہ خواب راحت کے مزے لوٹ رہا ہے۔ شاہد فلک (ماہ) نازنینان گردون (انجم) کے جھرمٹ مین اپنے رخ نورانی کی جوت سے سونے والونکے چہرون پر چاندی سا سفید غازہ پھیر رہا ہے۔ اور حاتم علی آرام دہ بستر پر خاموش لیٹا ہوا ماہ چارہ سے صوفیہ کی بے داغ صورت کا تقابل کرنے مین منہمک ہے۔"

آسمان پر کالے بادل چھائے ہین، موسلا دھار بارش ہو رہی ہے لیکن حاتم علی سمجھ رہا ہے کہ صوفیہ نے چمک دار زلفین بکھرا دی ہین اور ان مین سے پانی کے قطرات اب باران کی طرح برس رہے ہین۔ بجلی کی چمک خیال پیدا کرتی ہے کہ شاید صوفیہ کسی خیال مین مسکرا رہی ہے۔"

اصول فطرت کے مطابق پہلے تو حاتم علی کو جی بھر کے دیدار دیکھنے کی آرزو پیدا ہوئی حسن اتفاق سے معقول ذریعہ پیدا ہو چکا تھا۔ حرم سرا مین بلا روک ٹوک آجا سکتا تھا۔ لیکن صوفیہ بسبب حجاب فطری بہت کم گفتگو کرنے کا موقعہ دیتی۔ دو ہی روز بعد حاتم علی کے ارمانون نے حریم قلب مین پاؤن پھیلانا

شروع کیے۔ آنکھین تو گرانبار دیدار تھین، اب گوش بھی گلہائے صوفیہ کے منتظر گذار ہونا چاہتے تھے، دو دن مین کم از کم دو بار ضرور محل مین جاتا۔ دل تو خواہش مند تھا کہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک صورت زیبا پر نظرین جمائے بیٹھا رہے لیکن افشائے راز کا خوف اسے مسوس مسوس کر رکھتا۔

ایک روز دسترخوان چنا تھا، خاصہ بردار نیان قابین، پلیٹین، پیالے اٹھا اٹھا کر سامنے کر رہی تھین اور حاتم علی، حامد حسین اور صوفیہ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ اس کی دزدیدہ نگاہین موقعہ پا پا کر گل عارض کی گل چینی کر رہی تھین کہ حامد حسین نے کہا:

حامد حسین۔ اب تک آپ نے اپنے قصد سے مطلع نہین فرمایا ایسا نہ ہو نواب بھائی (حامد حسین نے نواب قربان حسین بھائی کہنا شروع کیا تھا) مجھے مورد الزام تصور فرمائین۔

حاتم علی۔ میرا قصد آپ کے ارادون سے وابستہ ہے، جس وقت آپ حکم فرمائین فوراً کوچ کا سامان درست ہو جائے مجھے فرخ آباد مین کوئی دلچسپی ہے۔ تو آپ کی وجہ سے۔

آیندہ جمعرات سفر لکھنؤ کے لیے مقرر کر دی گئی، سامان سفر درست ہونے لگا درمیان مین دو روز باقی تھے، انھین دنون مین ایک مبارک گھڑی ایسی بھی آ گئی جب حاتم علی کو صوفیہ سے ہمکلام ہونے کا موقعہ مل گیا۔

رات کا وقت تھا اور محل مین کافوری شمعین مردنگون کے اندر جھلملا رہی تھین صوفیہ صحن مین تختون کے چوکے پر بیٹھی ہوئی کلیات سعدی کی سیر کر رہی تھی کہ حاتم علی پہونچ گیا۔ اس وقت خادماؤن مین سے کوئی عورت حاضر نہ تھی حاتم علی تخت کے کونے پر بیٹھ گیا۔ صوفیہ کو مجبوراً بات کرنا پڑی۔ حیا روکتی اور تکلف منع کرتا رہا مگر اخلاق نے دونون کو شکست دیدی اس نے سر جھکا اور آنکھین نیچی کر کے کہا:

ادھر کہان؟ یہان، ادھر تشریف رکھیے۔

حاتم علی۔ محسوسات قلب کو بمشکل دبا کر، تکلف کی ضرورت نہین رہی بہت اچھا

بیٹھا ہون۔ کیا کلیات سعدی ہے،، ذرا مین تو دیکھون ؟
صوفیہ نے کوئی جواب نہ دیا، حاتم علی کی طرف کتاب سرکا دی۔ اس نے ورق الٹ کر دیکھا اتفاق سے پہلے ہی اس شعر پر نظر پڑی ؎

دلم بردہ نگارے، ماہروے شوخ عیارے
بسنتی جامہ پوشے، بادہ نوشے مست سرشارے

صوفیہ پر یہ شعر بالکل چھا رہا تھا۔ جس قدر اوصاف شعر کے دونون مصرعون مین قائل نے بیان کیے حسن اتفاق سے صوفیہ مین موجود تھے وہ ماہرو بھی تھی اور شوخ عیار بھی اس کے حسین پیکر مین بسنتی لباس بھی تھا اور بادہ حسن و شباب سے مست و سرشار بھی تھی۔ دلم بردہ، کا مفہوم بھی حاتم علی سے پوشیدہ نہ تھا وہ جانتا تھا کہ صوفیہ کی شرمگین نگاہون نے کس خوب صورتی اور آسانی سے پہلو چیر کر دل نکال لیا تھا!، مگر وہ کہہ نہ سکا، کاش جرات اس کی زبان مین اتنی گویائی پیدا کر دیتی کہ وہ آزادی کے ساتھ صوفیہ کے سامنے سعدی کے اس مشہور و معروف شعر کی شرح بیان کر سکتا۔

بارھوان باب

"واقعات"

حامد حسین کو لکھنؤ آئے بہت دن ہو گئے اس درمیان مین حاتم علی اور صوفیہ مین اچھی خاصی بے تکلفی پیدا ہو گئی۔ دونون کی یکجائی جس اثر کی منتظر تھی وہ ظاہر ہو کر رہا۔ صوفیہ کے دل پر حاتم علی کی خفیہ بیقراریون نے محبت کا نقش بٹھانا شروع کیا۔ اس کے حیات شباب مین ٹھیس لگی اور وہ ابل پڑے شباب کی پر بہار راتین تنہائی مین کاٹنا دشوار ہو جاتی ہین، دل کسی کی تنگ آغوش ڈھونڈھتا ہے۔ لمبی لمبی سیاہ زلفین بھرے بھرے بازوؤن پر بکھرنا

چاہتی ہین اور باہین کسی کے گلے کا ہار بننے کو یکسر اضطراب ہوتی ہین!"
صوفیہ کو یہ باتین کہان نصیب سچ تو یہ ہے، وہ اپنی سادگی سے محسوسات کا مفہوم بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ دل کی دھڑکن کو کوئی آزار اور امنگون کو نہ معلوم کیا خیال کیے ہوے تھی غریب کو یہ بھی معلوم نہ تھا۔ دنیا مین کون کون سے تعلقات ہین؟ جن سے رشتہ محبت مستحکم ہوتا ہے۔ ضرورت تو یہ تھی کوئی اس کے حسین کانون مین محبت کے افسون معہ تمام معنی و مطلب کے پھونک دیتا۔
حاتم علی ہی ایک شخص تھا جسے قدرت نے یہ موقع عطا کیا، مگر اس نے بھولی بھالی نوخیز لڑکی کو آلام نعش مین مبتلا کر کے بے چین کرنا پسند نہ کیا۔ اس نے رازون سے مغلوب ہو کر حامد حسین کو پیام دینا چاہا۔ ہزارون مرتبہ جری ہو کر اس کے پاس گیا، لیکن صرف مطلب زبان تک نہ لا سکا! کبھی اپنے والد کا خوف اور کبھی حامد حسین کا لحاظ عرض مدعا سے مانع ہوا۔
کئی سال گذر گئے۔ سیکڑون پر کیف راتین آئین جن کی بہار آفرینی نے حاتم علی کے دل مین سرور پیدا کرنے کے بدلہ اور بھی آگ لگا دی صدہا خوشگوار دن گذرے جب زمانہ موسم کی دلفریبیون کے گیت الاپا کیا، صرف حاتم علی ایک مجبور نوجوان تھا، جو دلی خیالات کی الجھنون مین سر بزانو بیٹھا رہا۔
آخر کب تک؟ کبھی تو اسے جری ہونا چاہیے تھا۔ کبھی تو دل سے نکل کر صرف مطلب زبان تک آتا، ایک روز جب کہ وہ بہت مضمحل و افسردہ تھا حامد حسین آگیا۔ اسے غمگین دیکھ کر دلجوئی سے دریافت کیا۔
"کیون میان؟ چپ چپ کیون ہو، دشمنون کو کیا فکر لاحق ہے؟ ابھی تو مین زندہ ہون۔ کہو تو اپنا سر کاٹ کے نثار کر دون۔"
حاتم علی "خاموش!"
حامد حسین نے پھر اصرار کیا۔ اسے کیا معلوم تھا حاتم علی کے دل مین جو خواہش پیدا ہو کر اسے افسردہ کر رہی ہے۔ اس کا علم میرے واسطے نہایت تشویش ناک ہوگا۔ حقیقت مین حامد حسین جان فدا کرنے کین ایک لمحہ بھی تاخیر نہین کر سکتا تھا۔ لیکن حاتم علی کی دلی خواہشات کا پورا کرنا چند ان

آسان نہ تھا۔"

جب اصرار حد کمال کو پہونچ گیا تو حاتم علی نے وقت کھونا اچھا نہ سمجھا۔ مودبانہ طور پر اپنا مطلب بیان کیا اور پر اثر الفاظ کے رابطہ سے حامد حسین کو مجبور کرنے کی ناکام کوشش کی۔

حامد حسین سنتے ہی سم ہو گیا، مار گزیدہ سانپ کے ڈسنے اور برق زدہ بجلی گرنے سے یوں متعجب نہیں ہو سکتا جتنا حاتم علی کی چند لفظوں نے حواس باختہ کر دیا۔

صوفیہ عالی خاندان تھی اس کی نیکیاں محتاج بیان نہیں، حسن صورت سیرت کی آمیزش نے اسے وحید روزگار بنا دیا تھا، لیکن اس کا کیا علاج کہ نواب قربان حسین خان اس رشتے کو پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھ سکتا حاتم علی آقا زادہ اور محسن کا بیٹا تھا، کیا اس کی خواہش پوری کر کے اپنے محسن کو منفعل کرنے کی جرات کرے؟ ہرگز نہیں حامد حسین سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی۔

اس نے اب تک کسی سے صوفیہ کی ولادت کا اصلی راز بیان نہیں کیا تھا خود قربان حسین کو بھی یہی خیال تھا کہ صوفیہ حامد حسین کی صلبی دختر ہے جسے اب تک اس نے کسی پوشیدہ جگہ چھپا رکھا تھا اور اب اپنے ساتھ لے آیا۔ حامد حسین کی امارت زمانے کی دست برد سے تباہ ہو چکی تھی وہ قربان حسین کی روٹیوں پر پڑا ہوا زندگی بسر کر رہا تھا لیکن شرافت و نجابت میں کلام نہیں برسہا برس سے قربان حسین کے پاس تھا۔ ایسی طویل مدت میں اس سے نیکیوں اور بھلائیوں کے سوا کوئی برائی ظہور میں نہیں آئی پھر بھی ایک امیر زادہ اس کی بیٹی بیاہنے میں خوش نہیں ہو سکتا صرف اس لیے کہ وہ غریب ہے اس کے پاس جہیز دینے کو دولت نہیں! ممکن ہے جو قربان حسین خان ان امور سے قطع نظر کر کے محض اس خیال کی بنا پر کہ صوفیہ حامد حسین کی بیٹی ہے حاتم علی سے عقد کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ تو بھی ایک قسم کی دغا بازی ہے جسے حامد حسین کا نفس گوارا نہیں کرتا۔"

اسی قسم کی بہت سی باتیں سوچ بچار کر اس نے صاف انکار کر دیا اس لیے

نہین کہ وہ حاتم علی کو لڑکی کے قابل نہین سمجھتا یا صوفیہ کو اس کے عقدین دینے سے خدانہ کردہ سبکی اور توہین خیال کرتا ہے بلکہ اس لیے انکار کیا کہ وہ صوفیہ کو اس مرتبہ کی نہین پاتا جو حاتم علی کا زینت پہلو ہو"

امیدین قطع ہوگئین، آرزوئین آنکھون کے سامنے تڑپ تڑپ کر دم توڑنے لگین، کاش حاتم علی نے اپنی خواہشون کو دل سے باہر نہ نکالا ہوتا کاش اس نے حامد حسین صوفیہ کے لیے درخواست نہ کی ہوتی، تو ایک امید باقی رہتی اور اسی امید کو سینے سے لگاکر فراق کی دیانت خیز راتین، اور پرآشوب دن بسر کرسکتا آہ! اب تو نا امیدیان تڑپا تڑپا کر ہلاک کرڈالین گی مگر علاج ہی کیا؟ تیر چلکی سے چھوٹ چکا"

وہ دن گذر گیا۔ حاتم علی نے اس واقعہ کا کسی سے تذکرہ نہ کیا۔ اس کی بیچینیون اور بیتابیون مین غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔ نہ دن کو چین نہ راتون کو خواب بکسر اضطراب والتہاب کی تصویر بن کر رہ گیا"

حامد حسین کی تجربہ کار آنکھین ان رازون سے بے خبر نہ تھین، اول جب حاتم علی اور صوفیہ کا سامنا ہوا تھا اور حاتم علی کے دل پر جو کیفیت طاری ہوئی تھی وہ بھی حامد حسین نے دیکھی تھی اسی دن اس کا ماتھا ٹھنک گیا تھا، اس کے بعد کے متواتر مشاہدات نے کل باتین آئینہ کردی تھین خود صوفیہ کے دل پر حالت بے خبری مین جو عالم طاری ہوتا رہتا تھا اسے بھی حامد حسین دیکھتا اور سمجھتا تھا ان لوگون کی اخلاقی کمزوریون سے جب تک ٹل سکے ٹالتے رہنا اس نے اصول قرار دیا تھا"

قربان حسین کو ان باتون کا علم نہ تھا۔ فی زمانہ وہ صرف دو فکرون مین منہمک تھا اولاً حامد حسین کا قصور معاف کرانا اور دوسرے اس کی ضبط شدہ جاگیر اور جائداد واگذار کرانا۔ کوئی کلام نہین اگر زمانہ وقت دیتا تو وہ دونون مقاصد مین کامیاب ہوجاتا احکام قضا وقدر سے پیش پانا محالات سے ہے، اپنا ہر روز نیا روپ بدلتی رہتی ہے جب قربان حسین کوششون مین سرگرم تھا انھین ایام مین سرکار شاہی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے تعلقات مین کشیدگی کا

آغاز ہوگیا، رفتہ رفتہ کدورتیں بڑھتی رہیں نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۵۶ء میں انتزاع سلطنت ہوا۔ بادشاہ بقصد یورپ کانپور اور بنارس ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچے اور وہ تمام کارخانہ گاؤ خورد ہو گیا۔

ہنوز انگریزوں نے ملک میں تسلط نہ پایا تھا [illegible] نیندیں اچاٹ کیا کرتی تھیں اور سازشی پارٹیاں ممکن العمل تدبیروں سے عوام الناس کو بھڑکا کر انقلاب کرانا چاہتی تھیں جا بجا خفیہ مشورے ہوتے باہمی عہد و پیمان سے داعیات کی کڑیاں مضبوط کی جاتیں اور عالم گیر غدر کی تیاریاں ہوتیں۔

حاتم علی کی نظریں ان واقعات کو معائنہ کر رہی تھیں وہ دیکھ رہا تھا کہ عنقریب انقلاب واقع ہونے والا ہے، وہ خون ریز ایام قریب تر ہیں جب دیسی سورما تلواریں پکڑ پکڑ کر بدیسیوں پر ٹوٹ پڑیں شہر کی گلیاں اور بازاریں کشتوں سے اٹ جائیں اور نہریں گندے پانی کے عوض انسانی خون سے بھری نظر آئیں! اسے ناکامیوں نے زندگی سے سیر کر دیا تھا جینے کی ہوس مطلق نہ تھی سچ ہے جیتا تو کس کے واسطے؟ صوفیہ اس کی نہیں ہو سکتی، صوفیہ سے الگ رہ کر زندہ رہنا فضول! موقعہ اچھا تھا وہ بھی محض اپنی جان گنوانے کو انقلاب پسندوں کی انجمن کا ممبر بن گیا۔

اس کارروائی سے حاتم علی کا یہ مقصد نہ تھا کہ وہ گوروں یا کالوں سے مخالفت کرے بلکہ اسے یقین تھا کہ دیسی آدمی انگریزوں کی باقاعدہ فوج سے لڑ کر فتح نہیں پا سکتے! اور جب جینا مشکل ہے تو جان جانا دشوار نہیں"

بہت ممکن تھا، تلوار سے گلا کاٹ کر مر جاتا یا پیش قبض سے پیٹ چاک کر ڈالتا مگر خودکشی ایک قسم کی کمزوری ہے، خودکشی کا مفہوم ہی یہ ہے کہ جب کوئی مصیبت و آلام کی زندگی سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو کسی نہ کسی طریقے سے جان دیدیتا ہے، خودکشی اخلاقاً اور مذہباً بھی روا نہیں وہ مرتے وقت اپنے دامن پر مذہب و اخلاق کی خلاف ورزی کا داغ لگانا پسند نہیں کرتا تھا محض اس خیال سے اس نے جان دینے کی یہ تدبیر سوچی تھی۔

حامد حسین نے بھی خفیہ طریقے سے حاتم علی کی کارروائیاں معلوم کرلین۔ اور اسی وقت سے اس کے خطرناک عزائم فسخ کرانے کی کوشش مین مشغول ہوگیا بہتے ہوے پانی کو باندھ رکھنا۔ اٹھتے ہوے شعلون کو بٹھا دینا آسان ہے، لیکن ابھرے ہوے جوش کو دبا دینا ممکن نہین۔ حامد حسین کی کوششین مشکور نہ ہوئین۔ حاتم علی انقلاب پسندون کی جماعت مین دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگا!"

کیشو سنگھ زندہ تھا، اس کی منحوس آنکھون نے انقلاب ہوتے دیکھا، بادشاہ ملک سے بیدخل کیا گیا، ریاست انگریزون کے قبضے مین آگئی اور انتظام مین غیر معمولی تبدیلیان واقع ہوئین وہ بھی بقولے ع۔

زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز

کے مشہور مقولے پر عمل کرنے کو تیار ہوگیا۔ جب تک بادشاہ کو اقتدار حاصل رہا کیشو سنگھ ان کی غلامی کا دم بھرا کیا جب حکومت دوسرے ہاتھ مین پہنچی تو اس نے بھی رویہ بدلا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا دم بھرنے لگا، افسرون تک پہونچنے اور قلوب پر اثر قایم کرنے کو کوئی حیلہ حکار تھا۔ اس نے انقلاب پسندون کی تدبیر پر غور کرنا شروع کیا اور معرفتی ذریعہ سے انگریزون کو روزانہ رپورٹین پہونچانے لگا۔

باغیون کی حمایت اور خفیہ مقام کا پتہ لگانے پر اس کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار تھا۔ اب تک کیشو سنگھ کو انقلاب پسندون کے مخفی مقامات کا (جہان صلاح و مشورت ہوا کرتی تھی) پتا نہ لگا تھا۔ جوئندہ یابندہ مثل مشہور ہے، کیشو سنگھ اپنی جستجو مین کامیاب ہوگیا۔ جس وقت وہ مشورت گاہ مین داخل ہوا ہے اس کے جسم پر قاصدون کا سا لباس تھا ظاہری وضع سے گویندہ ہونا ثابت نہ تھا، لیکن وقت اور موقعہ کی بات لوگون کو کچھ شبہہ سا ہوگیا اور آخر کار ممو خان (انقلاب پسندون کا سرغنہ) کے حکم سے حاتم علی اور چند با اختیار بغاوت پسندون نے اس کی تلاشی لی۔

یون تو کیشو سنگھ انتہا کا چالاک اور اپنے کامون مین محتاج تھا لیکن

اس روز کی رپورٹ لکھی ہوئی جیب مین موجود تھی جو تلاشی مین برآمد ہوئی اور تلاشی لینے والون نے کاغذات کا پیکٹ معہ رسن بستہ کیشو سنگھ ممو خان کے سامنے پیش کر دیا۔"

وہ وقت نہایت نازک تھا سیکڑون خون خوار آنکھین کیشو سنگھ پر آگ برسا رہی تھی وہ جدھر نظر اٹھا کر دیکھتا تھا موت کی بھیانک صورت دکھائی دیتی تھی جس آدمی پر نگاہ ڈالتا اُسے اپنے خون کا پیاسا پاتا تھا کئی بار التجا رحم کے قصد سے لبون کو جنبش دی مگر کچھ کہہ نہ سکا بغاوت پسندون کے کڑے تیورون نے ان کے پختہ عزائم کا یقین دلایا، اور جان کی امیدین منقطع ہو کر رہ گئین!۔

جب چار جانب سے ناامیدیون اور مایوسیون کا ہجوم تھا، پچاسون تشنہ خون تلوارین نیام سے نکل نکل کر سر پر سایہ فگن ہو چکی تھین اور قریب قریب صورت مفر یاس کی موٹی موٹی نقابون مین ادسے زیبا چھپا چکی تھی، اس وقت ٹھیک اسی وقت کیشو سنگھ کو اپنی بداعمالیون کا خیال آگیا۔ اپنے اس نے جتنی خباثتین کی تھین بائیسکوپ کی متحرک تصویرون کی طرح مجسم ہو کر آنکھون کے سامنے گھومنے لگین جن کے چہرے امتداد زمانہ سے دھندلے ہو گئے تھے مگر ایک تصویر تھی، جس کا چہرا اب بھی روشن تھا، اتنا روشن کہ اس کے معصوم خط و خال ستارون کی طرح درخشان تھے۔"

یہ وہی کلب حسین ہے جس کو بے جرم و خطا، محض اس کی شہرت و ناموری کے حسد مین اس نے بغاوت سے متہم کر کے سرکار سنا ہی سے سزا دلوا دی جائداد و املاک ضبط کی اور بالآخر جان کا خواہان ہو گیا۔"

اب اس نے سمجھا کہ مین کسی مظلوم مین گرفتار ہون ستم زدون کی آہین خالی نہین جاتین غریبون کی مظلومیان رنگ لا کر رہتی ہین۔ کیشو سنگھ لرز گیا قاعدہ ہے ظالمون کا وقت موت عموماً نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ جب آنکھون کا نور گھٹنے اور تاریکی کا حجاب کھنچنے لگتا ہے، جب جاتی ہوئی دنیا اپنی پیارون کو چھٹنے لگتی ہے۔ اس وقت مرنے والے کے افعال نیک و بد مجسم ہو کر سامنے آتے

وسزا وجزا کی خبر دیتے ہین نیکون کا کیا پوچھنا مرنے کی خوشی سے پھولے نہین سماتے کیونکہ مکار دنیا پھر انھین دام تزویر مین گرفتار نہین کر سکتی قصور جنت آغوش کھولے ہوے ان کے منتظر ہوتی ہین۔ مگر وہ آنکھین جن کے سامنے شعلہاے جہنم بھڑکتے ہوتے ہین ملائکہ غضب جن پر عذاب کرنے کو آمادہ و کمربستہ ہین ان کی موت سخت ہے۔ کیشو سنگھ انھین لوگون مین تھا جن کی جنت دنیا اور جن دین خود غرضی اور اپنا فائدہ ہوتا ہے۔ اب جو موت کا یقین ہوا تو گذشتہ گناہ پیش عقرب کی طرح کھٹکنے اور تکلیف دینے لگے۔ اس نے خیال کیا کاش موت اتنی مہلت دیتی کہ مین چند روز اور زندہ رہ سکتا۔"

یہی محل نیکیان قبول کر لینے کا ہوتا ہے۔ جن کے قلوب مین صلاحیت اور اور دماغون مین عقل سلیم ہوتی ہے وہ صمیم قلب سے تائب ہو کر مرتے وقت پاک و صاف ہو جاتے ہین، لیکن خبیث روحین ملعون و مقہور نفوس کی خود سری اس وقت کو بھی کھو دیتی ہے جہنم کے دہکتے ہوے انگارے ان کی نگاہون مین واہمہ معلوم ہوتے ہین اور وہ ناعاقبت اندیشی سے ابد لآباد کے لیے معذب ہو جاتے ہین۔"

کیشو سنگھ اپنی مجبورانہ موت پر متاسف تھا نہ معلوم وہ اپنے افعال مذمومہ پر شرمندہ تھا عذاب آخرت سے بچنے کے لیے زندگی کی آرزو تھی؟ بہر طور رحمت الٰہی نے اس کی خواہش پوری کر دی جس طرح تاریکی کی چادر پھاڑ کر آفتاب نمودار ہو جاتا ہے، حامد حسین قاتلون کی صفین چیرتا ہوا اس کے قریب آیا۔"

تلوارین سر سے بلند ہو چکی تھین کیشو سنگھ منظر خونی کی تاب نہ لا کر آنکھین بند کر لین تھین اور چار و ناچار مرنے پر تیار ہو چکا تھا اس کے قاتل بھی قتل پر آمادہ تھے اگر حامد حسین اس موقعہ پر پہونچ کر انھین اصرار کے ساتھ ان کے عزائم سے باز نہ رکھتا تو کوئی کلام نہین کہ وہ لوگ کیشو سنگھ کی مٹی ٹھکانے کر دیتے۔"

حامد حسین نے پہلے تو حاتم علی کو سمجھا کر تلوار نیام مین کرنے کو کہا اور جب اس کے حکم کی تعمیل ہو چکی تو ممو خان کے پاس آکر بہت سے نشیب و فراز سمجھائے جس کا اثر یہ ہوا کہ ممو خان نے کیشو سنگھ کا معاملہ حامد حسین کی مرضی پر

چھوڑ دیا۔"

حامد حسین نے اسی وقت خنجر کی نوک سے کیشو سنگھ کی بندشین کاٹ دین گویا موت کے منھ سے نکال کر پھر زندگی کے پر فضا وادی مین جو کڑیان بھرنے کو چھوڑ دیا۔ جب کیشو سنگھ اس منحوس مکان سے نکلنے لگا (جو در حقیقت اس کے واسطے منحوس تھا) تو حامد حسین نے کہا۔"

"کیشو سنگھ! اس نیک سلوک کو یاد رکھنا۔ اگر کوئی اور ہوتا تو مین احسان جتانا گوارا نہ کرتا۔ مگر تمھاری نسبت میرا اور خیال ہے، تم رحم و کرم کی خوبیان سمجھنے کی صلاحیت نہین رکھتے اس لیے سمجھانا چاہتا ہون کہ باوجود اس قدر عداوتون کے مین نے تمھارے ساتھ نیک برتاؤ کر کے نیکی کی تعلیم دی ہے، اگر کبھی تمھارے ہاتھ مین کوئی اسیر ہو کر مجبور ہو جائے تو اس کے ساتھ یہی فیاضانہ سلوک کرنا جاؤ تمھین تمھارے فعلون کا اختیار دیا جاتا ہے۔"

تیرھوان باب

بھگدڑ

کوششین نیک ہون یا بد اگر اصول کے ساتھ عمل پذیر ہون تو بارور ضرور ہوتی ہین۔ بغاوت پسندون کی سعی بھی مشکور ہو کر رہی۔ حضرت محل نے اپنے نور نظر پر جیسی قدر کی مسند نشینی منظور کر لی جس تخت سے ایک عیش پسند بادشاہ ہاتھ پکڑ کر اُتار لیا گیا تھا، جس نے بصد حسرت و یاس احباب و وطن سے کنارہ کش ہو کر محض حکومت کے واسطے صعوبات سفر برداشت کیے۔ اس تخت پر یازدہ سالہ بچہ زمام حکومت ہاتھ مین لیکر بیٹھا۔"

اگر دریا مین کاغذ کی ناؤ کارآمد ہو سکتی، اگر مٹی کی توپ سے قلعہ شکن گولے برسائے جا سکتے تو یہ بچہ بھی شہر کا انتظام کر سکتا کم و بیش ایک سال

بمشکل حریم قدری کو قیام رہا۔ مگر اتنا زمانہ بھی چین سے نہ گذرا آخر کار عالمگیر بھگدڑ کی نوبت آئی۔ امیر فقیر، اور محتاج غنی ہو گئے۔ عالیشان محل مسمار ہو کر سطح زمین سے مل گئے اور ان کے اینٹ اور چونے کے ڈھیرون سے پستی کو بلندی نصیب ہوئی شہریون نے بھاگ بھاگ کر جنگل آباد کیے۔ ہزارون بے گناہ تہہ تیغ ہوے نہ معلوم کتنی لڑکیان بے باپ بھائی کی ہوئین اور کتنی سہاگنون کا سہاگ لٹا مکان اجڑے پڑے تھے اور کوچہ بازار سنسان گلیون مین جا بجا لاشون کے انبار تھے جن پر حسرت و عبرت نوحہ کر رہی تھی البتہ مردار خوار جانورون کی بن آئی تھی کہ جگہ جگہ پر ضیافت کا اعلےٰ سامان مہیا و موجود تھا۔

لڑائی کی آگ اب بھی ٹھنڈی نہ ہوئی تھی۔ ہالان کہ حضرت محل اپنے خورد سال بچے (برجیس قدر) کو فنس مین چھپا کر شہر سے فرار ہو گئی تھی آہ کی موج مین اور کتنے بچے بچیان گرد یتیمی مین آٹ گئے شہر کے انگریزون کی گولیون کا نشانہ ہوئی جو بچ رہے تھے وہ اپنی جان لے کر ادہر اودہر فرار ہو گئے۔ بدمعاش اب بھی لوٹ مار کی فکر مین بدنظمی پھیلاتے نظر آتے تھے کوئی قصر، کوئی مکان ایسا نہ تھا جہان ان کا دست حریص نہ پہنچا ہو اور وہان کا ساز و سامان غارت نہ ہو گیا ہو۔

لڑنے والون مین حاتم علی اب بھی ثابت قدم تھا۔ اس نے اپنے مورچہ مین جو درگاہ کے قریب تھا نہایت پامردی اور استقلال سے حریف کا مقابلہ کیا اور دکھلا دیا کہ شجاعت اس کو کہتے ہین۔ مگر کیا کرتا کہ میگزین کی نایابی نے اس کے دلی ولولون کو دبا کر رکھ دیا اور اس نے قضاے الٰہی کے سامنے سر جھکا دیا اس کی بے قاعدہ فوج مین ایک دیہاتی جوان بھی شامل تھا جسکی پھٹی حالت ظاہر کرتی تھی کہ دراصل نہ تو اسے انگریزون سے مخالفت ہے نہ ہندوستانیون سے موافقت بلکہ محض روپیہ حاصل کرنے کی نیت سے جنگ مین شریک ہوا ہے۔ اس کے لڑنے کا ڈھنگ بھی ایسا تھا جو بزدلی پر دلالت کرتا تھا، حقیقت مین لڑنا تو بر اسے نام تھا صرف اس نے کشتونکی کمرین ٹٹولنے کو لڑنے والون کی فہرست مین نام لکھوا دیا تھا جہان کسی کو گرتے

دیکھا اور گولیون کی ضو سے بچتا ہوا اس کے قریب پہنچا جیبون کی تلاشی لی اور جو کچھ نکلا ایک چیتھڑ پوش سیاہ فام نوخیز لڑکی کے حوالے کر دیا جو فوراً موقع سے بھاگ کر کسی قریب کے کھنڈر مین روپوش ہو گئی۔"

اس دیہاتی لڑکے اور لڑکی کو افسانے سے گہرا تعلق ہے اس لیے اس موقعہ پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یہی وہ لڑکا اور لڑکی ہے جسکے والدین کے یہان صوفیہ کی عمر کا ابتدائی حصہ گذرا ہے۔ اللہ دیئے اور زینت موت کی نیند سو گئے ہین، سالار اور نصیبا کے ہاتون مشیت الٰہی ایک راز کا پردہ فاش کر رہا ہے اس لیے وہ زندہ ہین جس کا ذکر آگے آئے گا۔"

لڑائی ہو رہی تھی اور حاتم علی کی طرف کمزوری پیدا ہو چلی تھی انگریزون کا دستہ فوج ہندوستانیون کو دباتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا یکایک ایک گولی حاتم علی کی ران مین پیوست ہو گئی۔ اگرچہ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر ضبط نہ ہو سکا گرا اور گرتے ہی بے ہوش ہو گیا۔

سالار حسب معمول اس کی جیبین ٹٹولتے ہوئے قریب آیا۔ بدقسمتی سے حاتم علی کی جیب مین ایک پیسہ بھی نہ تھا جو سالار مال غنیمت سمجھ کر نکال لیتا۔ خوب سی تلاشی لینے کے بعد مایوس ہو کر واپس جانا چاہتا تھا کہ حاتم علی نے آنکھین کھول دین اور سالار سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا تم کو روپیہ کی ضرورت ہے"

سالار "اسی ضرورت نے مجھے اس جگہ لا کر کھڑا کر دیا ورنہ جہان گولیون کا مینھ برس رہا ہو وہان میرا کیا کام تھا۔"

حاتم علی "اچھا ایک کام کر سکتے ہو"

سالار۔ نفع کی امید ہین تو جان بھی دینے کو تیار ہون۔"

حاتم علی نے اپنے خیالات کے موافق پہلے ہی سے حامد حسین کے نام ایک رقعہ اس مضمون کا لکھ کر تلوار کے میان مین رکھ لیا تھا، "آپ نے میرے ارمانو کا خیال نہ کر کے صوفیہ کے دینے سے انکار کر دیا۔ مین آپ کی مرضی کے خلاف پوشیدہ طریقہ پر صوفیہ کو حاصل کرنا اپنی شرافت کے خلاف سمجھتا تھا اس لئے

بجز جان دینے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ مجبوراً بغاوت پسندون مین شامل ہو کر انگریزون سے لڑا۔ الحمد اللہ میری خواہش پوری ہوئی حریف کی گولی نے مجروح کر ڈالا ہنوز جان باقی ہے، وہ بھی اس لئے کہ مرتے وقت صوفیہ کو ایک نظر دیکھ لون اگر آپ مناسب سمجھین تو مجھے درگاہ والے مورچہ سے لے جائین۔ اب تک مین نے صوفیہ سے اپنے ارادون کا اظہار نہین کیا نہ مرتے وقت کوئی ایسی لفظ زبان سے نکلے گی جس سے صوفیہ یا آپ کو تکلیف ہو،

(راقم حاتم)

رقعہ لڑکے کو دے کر انگلی سے ہیرے کی انگوٹھی اوتاری اور اس کی طرف بڑھا کر کہا۔ لو اسے بیچ کر فائدہ اٹھاؤ۔ مکان کا پتہ پوچھ کر سالار روانہ ہو گیا اس کے ساتھ اس کی بہن نصیبا بھی تھی۔

سالار جب دریافت شدہ پتہ پر پہنچا۔ تو ایک پر رعب شخص سے دوچار ہوا جو ڈاب مین تلوار لگائے اور ہاتون مین بندوق لیے ٹہل رہا تھا حقیقت مین یہ کوئی اور شخص نہ تھا بلکہ خود نواب قربان حسین خان تھے جنھون نے اس نازک وقت مین اپنے گھر کی چوکی داری اپنے ذمے لی تھی۔

سالار۔ رقعہ دیتے ہوئے) درگاہ والے مورچے سے ایک نوجوان سپاہی نے یہ رقعہ بھیجا ہے (گڑگڑا کر) اس حالت مین جبکہ چارون طرف قتل عام ہو رہا ہے، میری بہن کو جائے پناہ نہین ملتی۔ اگر حضور خدا ترسی کر کے اسے اپنے یہان جگہ دے دین تو بڑا ثواب ہوگا۔ غریب کی جان بچ جائے گی۔ مین تو کسی نہ کسی طرح بھاگ کر اپنی جان بچا لون گا۔ یہ دردپوک لڑکی ہے، بندوق کی آواز سن کر گر پڑتی ہے۔

قربان حسین خان نے جواب مین صرف اس قدر کہا۔ لڑکی کو اندر بھیج دو، اور رقعہ پڑھنے مین مشغول ہو گئے۔ آہ! ایک محبت پرست باپ اپنے بہادر بچے کو میدان مین دم توڑنے کی اطلاع پا کر کیون کر متحمل ہو سکتا ہے؟ شفقت پدری نے جوش مارا اور وہ فوراً چلنے کو تیار ہو گیا۔ رقعہ مین ایک راز بھی تحریر تھا۔ اب تک جس کا وہم و گمان بھی نہین تھا۔ تاہم اس نے راز پر زیادہ توجہ نہین کی اسوقت

سارا خیال حاتم علی کی جان بچانے مین لگا تھا۔
جب قربان حسین درگاہ والے مورچہ کے قریب پہنچا تو اس کے اربانو نکا خون ہو گیا، امیدین ٹوٹ گئین اور دنیا آنکھون مین تاریک نظر آنے لگی۔ واقعہ یہ تھا کہ ہندوستانی ہتیار پھینک پھینک کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے گورون کی فوج نے مورچہ پر قبضہ حاصل کر لیا تھا، اور ہندوستانیون کو بے دریغ قتل کیا جا رہا تھا۔
قربان حسین نے سر ہتیلی پر رکھ کر مقتولین و مجروحین مین اپنے جانباز بچہ کو تلاش کرنا شروع کیا لیکن کہین پتہ نہ چلا اس کا سر چکرانے لگا قریب تھا عالم حزن و ملال مین غش کھا کر گر پڑے یکایک ایک خیال نے تائید غیبی کا کام دیا۔ اس نے خیال کیا، حاتم علی یہان زندہ یا مردہ صورت مین موجود نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یا تو اسے کوئی اٹھا لے گیا یا وہ خود چلا گیا زیادہ تر زندگی کی امید پائی جاتی ہے مردے کو کوئی نہین لے جاتا۔ اس واسطے گمان غالب ہے کہ کوئی دوست جان بچانے کی غرض سے اٹھا لے گیا ہے اگر نصیبون مین ہے تو ایک نہ ایک روز ملاقات ہو گی۔
زندہ ہونے کا یقین کر کے دل کو تسکین ہوئی اور اب اس راز کا خیال آیا جو رقعہ مین تحریر تھا صوفیہ حقیقت مین محبت کرنے کے قابل ہے اس کی خوبیان آفتاب ہین جن کی پاک شعاعون نے میرے قصر کو جگمگا دیا ہے۔ حسن ظاہر، سیرت باطنی کا آئینہ ہے نسل بھی بری نہین نواب کلب حسین کی بیٹی ہے نہ معلوم نواب کلب حسین نے اس کی ولادت کو صیغہ راز مین کیون رکھا؟ یہ ایسا سوال تھا جس کا جواب قربان حسین خان کی سمجھ مین نہ آیا وہ غور کرتا ہوا جس راستے سے آیا تھا ادھر سے جانا ممکن نہ تھا جا بجا انگریزی فوج جوش انتقام مین بلا امتیاز سن و سال ہندوستانیون کو بھیڑ بکریون کی طرح قتل کر رہی تھی قربان حسین گھنٹہ بیگ کی گڑھیا ہوتا ہوا واپس ہوا ایک مکان جو گولیون اور گولیون کی ضربین کھا کھا کر جا بجا سے گر گیا تھا اور صرف ایک شکستہ کوٹھری اینٹون کے ڈھیر مین پٹ کر مکان کی نشانی رہ گئی تھی اب بھی اپنی شکستہ حالت پر لوگون کو متوجہ

کرنے کو کافی تھی۔ قربان حسین نے قریب ہی بندوقین سر ہونے کی آوازین سنین اور ایسا معلوم ہوا انگریزی فوج اسی طرف آرہی ہے، وہ جان بچانے کے قصد سے کوٹھری کی طرف بڑھا، لیکن اس کے اندر آدمیون کی آواز سنی گئی جس سے بیدھڑک کوٹھری مین داخل ہونا خلاف مصلحت تھا۔ وہ اینٹون کے ڈھیر کی آڑ لے کر کھڑا ہوگیا اور کان لگا کر سننے لگا۔"

آواز۔ "کیشو! تو بڑا ظالم اور ساتھ ہی بے حیا بھی ہے مین نے بار بار تجکو قابو مین لاکر آزاد کر دیا مگر تو نیکی کے صلے مین بدی ہی کرنا چاہتا ہے! مجھے مرنے سے خوف نہین مگر دیکھ تو سہی میرا محسن زادہ کس نازک حالت مین مبتلا ہے؟ کم از کم اتنا وقت دے کہ اسے مکان پہنچا دون۔

کیشو سنگھ۔ تمھاری گرفتاری پر میری کامیابی منحصر ہے، لیکن تم نے مجھے احسان جتا کر مجبور کیا کہ قرض حسنہ ادا کر دون، خیر، یہ بتاؤ اگر اس وقت تم کو چھوڑ دون تو کیا تمھارے احسانون سے سبک دوش ہو جاؤن گا؟"

آواز۔ بیشک کیونکہ مین اسکی جان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز خیال کرتا ہون اگر ہزار مرتبہ مر کے زندہ ہون تو اس ایک جان پر ہزار مرتبہ جان نثار کر دونگا۔"

۔ اچھا تم اس بار آزاد ہو، کہہ کر کیشو سنگھ کوٹھری سے نکل کر ایک طرف چلا گیا قربان حسین نے انداز گفتگو سے سمجھ لیا کہ حامد حسین حاتم علی کو مورچے سے نکال لایا ہنوز گھر نہ پہنچا تھا کہ کیشو رام نے آگھیرا اور اس کوٹھری مین وہی میرے پیارے بچہ کو لیے بیٹھا ہے، اولاد کی محبت نے جوش مارا وہ بیتابانہ دوڑ کر کوٹھری مین گھس گیا۔ حاتم علی آنکھین بند کیے فرش زمین پر پڑا تھا اور حامد حسین اس کے ہوش مین لانے کی تدبیرین کر رہا تھا۔

قربان حسین۔ بھائی! مین آپ کے اس احسان کا شکر نہین ادا کر سکتا۔ انشاءاللہ اطمینان حاصل ہونے پر مفصل گفتگو ہوگی اس وقت صرف اتنا کہنا ہے کہ مجھے ایک ایسا راز معلوم ہوا ہے۔ جس کی اب تک خبر نہ تھی اور مین اس راز کو معلوم کر کے ناخوش بھی نہین ہوا بلکہ پسند کرتا ہون (یہ رقعہ آپ کے نام تھا۔ وقت و ضرورت کے لحاظ سے مین نے پڑھ لیا)

حامد حسین طرز بیان سے پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا لا رہے ہے جو اتفاقیہ قربان حسین پر ظاہر ہو گیا؟ رقعہ پڑھ کر خیال کی تصدیق ہو گئی از بسکہ وقت نازک تھا اور اتنا موقع نہ تھا جو اس مسئلے پر گفتگو کی جاتی، سب سے زیادہ فکر تو گھر پہونچنے اور حاتم علی کی جان بچانے کی تھی آخر دونون نے مردے کی طرح حاتم علی کو اٹھایا اور کوٹھری سے نکل کر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

راہون مین جا بجا لاشین پڑی تھین مردار خوار جانورون کی بوٹیان نوچ نوچ کر کھا رہے تھے جب آدمیون کے پاؤن کی چاپ سنتے تھے تو بھاگ جاتے تھے یہ دونون لاشون کو پھاندتے نانگھتے آگے بڑھ رہے تھے کہ کسی کے بھاگے آنے کی چاپ محسوس ہوئی نہ معلوم کون ہو؟ اس خیال سے دونون حاتم علی کو لے کر ایک دوکان مین چھپ گئے۔ سامنے سے وہی لڑکا بھاگتا ہوا آ رہا تھا جس نے قربان حسین خان کو حاتم علی کا رقعہ دیا تھا ہنوز وہ قریب نہ آیا تھا کہ سامنے سے کچھ یوروپین عورتین بدحواس حیران پریشان آگئین ان کے عقب مین چند ہندوستانی لٹیرے تھے جو گرفتار کر کے لے جانا چاہتے تھے عورتون کی پریشان صورتین دیکھ کر قربان حسین اور کلب حسین کی غیرت نے منظور نہ کیا کہ انھین بزدلون کے وحشیانہ حملون کا شکار بننے دین وہ دونون حاتم علی کو دوکان مین چھوڑ کر باہر نکلے اور بندوقین تان تان کر بے رحم لٹیرون سے مقابل ہو گئے۔ پہلے تو انھون نے بھی مقابلہ کرنا چاہا مگر دو تین جانون کا نقصان اٹھانے کے بعد یقین ہو گیا کہ نشانہ بازی مین حریف مقابل سے پیش پانا دشوار ہے لہذا عورتون کو چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ انھین لٹیرون کی ایک گولی نے غریب لڑکے کا کام تمام کر دیا جو جھکا ہوا ایک لاش کی جیب ٹٹول رہا تھا۔

اس واقعہ سے قربان حسین کو افسوس ہوا، مگر جو دوسرون کا مال تاکتا ہے اکثر اپنی جان ضایع کرتا ہے، نہ معلوم کتنے مردون کی کمرین کاٹ کاٹ کر اس سرمایہ جمع کیا ہوگا۔ لیکن وہ مال کام نہ آیا بالآخر اسے بھی مردون کے پہلو مین سو جانا پڑا۔

قربان خان اور حامد حسین دونون دوکان مین آئے اور حاتم علی کو اٹھا کر

انگریزون کو ساتھ لیے ہوے گھر آے۔ راہ مین کئی کئی بار انھین تھوڑی تھوڑی دیر کے واسطے مخفی مقامون پر چھپنا پڑا، کبھی انگریزی فوج اور کبھی ہندوستانی سپاہیون کا سامنا ہوا، مگر ہر مرتبہ خدا نے بال بال بچایا اور وہ لوگ سب کی نظرون سے بچے ہوے گھر پہنچ گئے۔

مستورات کو علیحدہ مکان مین یہ عافیت و اطمینان رکھا اور حاتم علی کا علاج شروع کیا جس سے اس کی صحت یوماً فیوماً عود کرنے لگی۔

چودھوان باب

انشائے راز

غدر کا پر آشوب زمانہ گذر گیا۔ انگریزون نے ملک پر اقتدار و تسلط جما لیا۔ باغیون کو عالم باغ، عیش باغ اور شہر کے مختلف حصون اور مقامات پر پھانسیان دی گئین، امن و امان کی ڈگی پٹی اور بھاگے ہوے لوگ لٹے پٹے گھرون کو واپس آنے لگے۔

قربان حسین خان اور حامد حسین خان نے جن عورتون کو پناہ دی تھی وہ معمولی درجے کی نہ تھین، انگریزی فوج کے افسرون کی بھو بٹیان تھین، امن قایم ہونے کے بعد جب وہ اپنے مردون کے پاس زندہ و سلامت پہنچین اور اپنے محافظون کی تعریف و توصیف مین گل فشان ہوئین تو ان کے مردون نے نواب قربان حسین خان کے یہان آکر ملاقات کی اور ان کی شریفانہ ہمدردی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا، ساتھ ہی ان کا اعزاز و اکرام بقدر مناسب کیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی سے خطابات و خلعت کے علاوہ جاگیرات بھی دلوائین

یہ وقت قربان حسین کی کارگذاری کا تھا انھون نے حکام سے مل ملا کر کلب حسین خان کی سرگذشت دوہرائی اور نہایت موثر پیرایہ مین سفارش کی

جس کا خوش گوار نتیجہ یون ظاہر ہوا کہ کچھ مدت کی سعی مین سرکار انگریز نے ان کی ضبط شدہ جاگیر پھر واگذار کر دی۔ افسوس اس سے فائدہ اٹھانا حامد حسین کی تقدیر مین نہ تھا کیونکہ جس روز نواب قربان حسین خان کی دولت سرا مین اس کے سویم کی مجلس منعقد تھی، اس دن جاگیر واگذاشت ہونے کا پروانہ بھول ہوا! جس کا ذکر آگے آئے گا۔"

حاتم علی کو صحت ہو گئی اور وہ تندرست و توانا ہو کر بستر علالت سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ران کا زخم تو مندمل ہو کر اچھا ہو گیا اور اب بجز خفیف سے نشان کے کوئی سلامت گولی لگنے کی باقی نہین البتہ دل کا گھاؤ کچھ اور گہرا ہو گیا؟ جس کا درد اور سوزش نہ راتون کو سونے کی اجازت دیتی ہے نہ دن کو ایک لمحہ کے لیے قرار آتا ہے۔ تمام محبوب اشغال ترک ہو چکے تھے نہ دوستون کی صحبت خوش آتی تھی نہ سیر و شکار مین لطف آتا تھا۔ اخلاق آنے والون سے بات چیت کرتا تھا مگر منہ سے نکلنے والے الفاظ مرثیہ ہوتے تھے جو سامع کو متاثر کیے بغیر نہ رہتے۔"

اس کی افسردگیان قربان حسین خان اور حامد حسین خان سے پوشیدہ نہ تھین دونون کی آنکھین تغیر کو ملاحظہ کر رہی تھین وہ دیکھ رہے تھے کہ ان کا گل سرسبد باد سموم کی شعلہ سامانیون کے اثر سے مرجھا رہا ہے، مگر وقت و مصلحت خاموش کیے تھی آخر کب تک صبر کرتا ایک روز قربان حسین نے حامد حسین سے کہا۔"

"آپ دیکھتے ہین؟ آپ کا برادرزادہ سوز الم سے خیار کے مانند جل رہا ہے آپ کے پاس علاج ہے، نہین معلوم کیون آپ کی توجہ اس طرف نہین پھرتی!

حامد حسین۔ تھوڑے سکوت کے بعد) آپ کا خیال ایک حد تک درست ہے، مجھے ان باتون کا علم ہے، حاتم علی کی غم گینی پر میرا دل بھی خون ہو رہا ہے مگر آپ کے احسانات اجازت نہین دیتے کہ کمخواب مین ٹاٹ کا پیوند لگاؤن۔"

قربان حسین۔ "یہ کیا فرمایا؟"

حامد حسین۔ یہ راز ہے جو اب تک دل سے زبان تک نہین آیا

قربان حسین ۔ کیا اب بھی افشائے راز کا وقت نہین آیا۔
حامد حسین ۔ واقعات اہمیت اختیار کرتے جاتے ہین، مناسب معلوم ہوتا ہے آپ کو اس راز سے آگاہ کر دیا جائے اس کے بعد آپ جو مناسب خیال فرمائین "کرین" مین مورد الزام نہین ہو سکتا۔
قربان حسین ۔ اگر وقت آگیا ہے تو ارشاد ہو، مین ہمہ تن گوش شوق ہون
حامد حسین ۔ صوفیہ فی الحقیقت میری لڑکی نہین۔
قربان حسین ۔ ہین! یہ کیا۔
حامد حسین ۔ واقعہ یہ ہے، جب مین کانپور مین مقیم تھا تو ایک غریب دیہاتی سے ملا۔ وہ شریف تھا، مملکت ایران کا باشندہ۔ اس کی نسل مین کبھی کوئی خرابی نہین آئی حتے کہ ہندوستان کے قیام مین صدیان گذر گئین۔ ولایت ایران سے آنے والی جماعتون نے ہندوستان مین کافی عروج و اقتدار حاصل کیا۔ لیکن اس بدنصیب خاندان کے ممبرون نے صرف چند سال کے واسطے منصب سہ ہزاری پایا، اس کے بعد سے جو ادبار شروع ہوا تو تا ایندم افلاس کی گھٹائین نہ چھٹین۔ تاہم ان کا غرور نسبی ان سے جدا نہین ہوا اور وہ دیہاتیون پر ہمیشہ فخر کیا کیے جس کا انجام یہ ہوا کہ ان کے ہم قریہ حسد کرنے لگے۔ آخری وقت مین اس کے (نور اللہ) بیٹے نے ایک ہندو عورت سے شادی کر لی اور یہ لڑکی پیدا ہوئی ولادت کے بعد ہی عورت مر گئی، نور اللہ کے بیٹے نے اپنی نور نظر کو وہین ایک چرواہے کے سپرد کیا کہ اس کی پرورش کرے شائد دو برس بعد اس کا بھی انتقال ہو گیا مرتے وقت اس نے اپنے باپ (نور اللہ) کو اس راز سے آگاہ کیا اور وصیت کر گیا کہ لڑکی کی پرورش اچھی طرح ہو۔ نور اللہ نے مرتے وقت مجھ سے صرف اسی قدر بیان کر کے لڑکی کی تعلیم و ترتیب اور پرورش کی خواہش کی، اس وقت سے یہ میرے پاس ہے یہ باتین معلوم کرنے کے بعد اگر آپ اپنی بہو بنانا چاہین تو مجھے عذر نہین چونکہ لڑکی شریف الطبع اور غیور ہے اس لیے مین نے اسے بھی اس راز سے آگاہ نہین کیا وہ اپنی سادگی سے مجھ بدبخت کو اپنا باپ سمجھتی ہے اس کے اطوار و عادات کے

متعلق کچھ کہنا نہین، آپ خود ہی واقف ہین البتہ یہ راز نہ کہہ کر شادی کر دینا تو غدار ٹھہراتا اور غداری کرنا منظور نہین"

قربان حسین خان فکر مین مبتلا ہو گیا۔ مخفی نور اللہ کے بیان کو کسی طرح سچ نہین مانا جا سکتا جب تک اس کی شرافت خاندانی کی دلیل نہ ہو۔ وہ شریف النسل سہی مگر صوفیہ کی والدہ نہ جانے کس خاندان اور کس قوم کی لڑکی تھی؟ دیر تک غور کرتا رہا کبھی بیٹے کی محبت مین نکاح کرنے پر آمادہ ہو جاتا کبھی شکوک نسبی خاندان مین دھبا لگانے سے مانع ہوتے"

جس وقت وہ فکرون مین مبتلا تھا، ایک نوخیز لڑکی بے تکلفی سے کمرے مین داخل ہوئی، یہ لڑکی دیر سے دروازے پر کھڑی ان کی گفتگو سن رہی تھی اسے دیکھ کر نواب قربان حسین خان کو غصہ آگیا اور تیور بدل کر کہا"

نصیبن! تو یہان بے اذن طلب کیے کیون چلی آئی؟ کیا معلوم نہ تھا کہ مین اپنے کسی ملازم کا اس وقت آنا پسند نہین کرتا جب باتون مین مصروف ہون؟"

نصیبن" کانپ کر" مین نہ آتی مگر چلی آئی! آپ جو باتین کر رہے تھے، مین نے دروازے پر کھڑے ہو کر سنین، اور انھین کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہون اگر اوس وقت مجھ سے راز معلوم نہ کیا جائے گا، تو پھر قیامت تک ان باتون پر پردہ پڑا رہے گا"

لڑکی کے چہرے سے وحشیانہ جوش نمایان تھا، آنکھین سرخ ہو کر اُبل آئی تھین اور سارا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔

قربان حسین" کچھ سوچ کر اچھا کہہ کیا کہنا چاہتی ہے مین تجکو اجازت دیتا ہون لیکن سن لینے کے بعد اس گستاخی کی سزا بھی ضرور دون گا جو دروازے کی آڑ سے میری باتین سننے مین ظاہر ہوئی"

نصیبن" کچھ ہرج نہین، مجھے صوفیہ کی نسبت عرض کرنا ہے۔ میری مان نے مجھے بہت سی چھپی ہوئی باتین بتائی ہین۔ صوفیہ نے اپنے بچپن کا بہت سا زمانہ میری جھونپڑی مین گذارا ہے اب سے تیئس" چوبیس" برس پہلے میری جھونپڑی مین ایک نوجوان ہندو عورت آئی اور مدد طلب کی، اس کا نام جودھا تھا وہ

راجہ مان سنگھ کی بیٹی تھی پوجہ کرتے وقت مندر سے چنڈ ڈاکو پکڑ لائے تھے انھوں نے
اس کا پیش بہا زیور لوٹ لیا تھا اور عصمت دری کے درپے تھے مگر وہ کسی طرح
اپنی جان و آبرو بچا کر نکل بھاگی۔ میری ماں نے اس خیال سے کہ جب وہ اپنے
باپ کے وہاں جائے گی تو میری سفارش کر کے بہت سا روپیہ دلوائے گی اپنے
یہاں رکھ لیا جودھا بائی روزانہ جھونپڑی سے نکل کر جنگل مین لکڑیاں بٹورا
کرتی تھی۔ ایک روز جنگل مین رات ہوگئی سوئے اتفاق سے وہ جھونپڑی کا
رستہ بھول کر کسی دوسری طرف نکل گئی اور بھیڑیئے کا سامنا ہوا۔ قریب تھا
بھیڑیا اسے پھاڑ دالے کہ ایک شریف مسلمان نے تلوار سے بھیڑیئے کو مار کر
اس کی جان بچائی۔ پھر پتہ دریافت کر کے میرے یہاں پہنچا گیا۔ اس روز سے وہ
گاہ بگاہ آکر جودھا سے ملا کرتا تھا۔ یونہین چند مہینے گذر گئے اور اب میری
ماں کو جودھا کا رہنا بار گزرنے لگا۔ کیونکہ جودھا نے اپنے باپ کے گھر واپس
جانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کا خیال تھا اتنی رسوائیون کے بعد کیا منھ لے کر
اپنے والدین سے ملے۔ اول تو وہ خود رکھنا گوارا نہ کرین گے بالفرض رکھ لیا
تو وہ اس بے عزتی کو کیون کر گوارا کر سکتی ہے جب میری ماں کو یقین ہو گیا کہ
جودھا سے منفعت کی امید بے کار ہے تو وہ سختی کا برتاؤ کرنے لگی جودھا بہت
خوبصورت تھی۔ اس کے حسن پر وہ نوجوان جس کا نام امیر اللہ تھا ریجھ گیا
اور شادی کا پیام دیا۔ جودھا پہلے راضی نہ تھی، لیکن میری ماں کی سختیون سے
مجبور ہو کر راضی ہو گئی امیر اللہ نے اسے مسلمان کر کے نکاح کر لیا اسی سال
صوفیہ پیدا ہوئی اور جودھا مر گئی۔ امیر اللہ نے صوفیہ کو میری ماں کے حوالے
کیا اور ایک تانبے کا تعویذ یہ کہکر دیا کہ جب صوفیہ جوان ہو جائے تو اسے
دیدینا اور کہدینا کہ اس مین تمھارے خاندان کا نسب نامہ ہے" سنتی ہون
امیر اللہ بھی مر گیا اور اس کا باپ نور اللہ صوفیہ کی پرورش کے واسطے کچھ
دیا کیا۔ کچھ روز بعد وہ بھی مر گیا اور حامد حسین صوفیہ کو اپنے ساتھ لے آیا یہ
صوفیہ کا قصہ ہے، جس کی گواہ خود مین ہون مجھے یہ راز افشا کرنا نہ تھا مگر
مین مایوس کر دی گئی اور اب مرنے سے کوئی چارہ نہین۔ اس وقت مین اپنا

خونی ارادہ پورا کرنے نکلی تھی۔ آپ کو اور حامد حسین کو دیکھ کر سوچی، چھپ کر سنوں کیا باتیں ہو رہی ہیں میں نے قرائن سے معلوم کر لیا تھا کہ میری یا صوفیہ کی نسبت گفتگو ہو گی میرا خیال صحیح اترا، آپ کی متفکر صورت دیکھ کر خود بخود میرا دل چاہا کہ رازوں کے چہرے سے نقاب ہٹا کر آپ کو مطمئن کر دوں اس لیے یہ باتیں کہہ دیں مجھے حاتم علی سے محبت تھی چاہتی تھی وہ مجھے قبول کر لیں۔ اکثر امیرزادوں نے مجھ ایسی عورتوں کو گھر میں ڈال لیا ہے، لیکن حاتم علی نے میری التجائیں رد کر دیں اور اپنے گھر سے نکال دینے کی دھمکی دی۔ جب تک ان کو میرے دل کا راز معلوم نہ تھا۔ میرا ٹھکانا اس گھر میں تھا، چونکہ وہ میری نیت سے واقف ہو گئے ہیں اس لیے ضرور علیحدہ کر دی جاؤں گی یہ خیال جان دینے کا محرک ہے۔"

لڑکی نے تانبے کا تعویذ نکال کر قربان حسین کے سامنے پھینک دیا اور خود دیوانہ وار کمرے سے نکلی چلی گئی اس کے دوسرے روز دریائے گومتی کے کنارے پانی پر ایک عورت کی لاش پائی گئی جس کے جسم سے جابجا گوشت ندارد تھا غالباً آبی جانوروں نے کھا لیا تھا۔ وہ لاش اسی بدنصیب چھوکری نصیبن کی تھی۔"

اس تقریر نے قربان حسین خان اور حامد حسین خان کو متعجب کر دیا۔ نصیبن ان کے سامنے کمرے سے نکل کر چلی گئی اور انھیں خبر نہ ہوئی دونوں بت کی طرح مبہوت بنے بیٹھے تھے۔ صرف سانس کے آنے جانے سے ان کے سینوں میں جو خفیف سی حرکت پائی جاتی تھی حقیقت میں وہی ان دونوں کے زندہ ہونے کا ثبوت تھی۔"

بڑی دیر بعد گم شدہ حواس واپس ہوئے تانبے کے تعویذ قربان حسین کے آگے بجنسہ اسی طرح پڑا تھا جیسے نصیبن پھینک گئی تھی۔ اس نے تعویذ کو ہاتھ میں لے کر اشتیاق انگیز نظروں سے دیکھا، کاش! وہ جانتا ہوتا یہ ننھا سا بے حقیقت تعویذ کتنے بڑے راز کا حامل ہے۔"

[illegible] کر اندر سے چرمی تعویذ نکالا گیا ہرن کی جھلی پر قدیم [illegible] کا تجزیہ اس صورت میں تحریر تھا۔ مرزا ایمن ولد مرزا نصیر

سبزوار سے ہندوستان روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کا چھوٹا بھائی مرزا سعید بھی تھا۔ جو راستے مین گم ہوگیا اور خیال کیا گیا کہ اسے کسی درندے نے پھاڑ ڈالا مرزا امین ہندوستان پہونچ کر منصب سہ ہزاری پر چند روز کے واسطے سرفراز ہوئے۔ پھر عتاب شاہی نے منصب سے خارج کر دیا اور وہ کانپور کے قریب کھیتی کرنے لگے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا مرزا مقیم پھر مرزا مقیم کا بیٹا مرزا ابوالحسن پھر ان کا بیٹا ابوفیض پھر ابوالفخر اور اس کے بعد نور اللہ کا زمانہ آیا ان مین سے کسی کو عروج حاصل نہ ہوا نور اللہ کا بیٹا امیر اللہ تھا جس نے خفیہ طریقے سے راجہ مان سنگھ کی مصیبت زدہ بیٹی جودھا بائی سے شادی کی اس سے ایک لڑکی صوفیہ پیدا ہوئی۔"

مختصر سی عبارت پڑھتے ہی نواب قربان حسین خان نے آہ کا نعرہ مارا اور بے ہوش ہوگیا۔ حامد حسین کسی قدر خائف ہوگیا غش آنے کی وجہ سمجھ مین نہ آئی اگرچہ وہ وقت غور کرنے کا نہ تھا، پھر بھی ہوش مین لانے کی تدبیرون کے ساتھ ہی اس عقدے کو حل کرنے کی فکرون مین منہمک تھا بڑی دیر کے بعد قربان حسین نے آنکھین کھولین۔ ان سے حزن و ملال نمایان تھا۔"

حامد حسین۔ حضور کا مزاج کیسا ہے؟ آپ تو۔"

قربان حسین۔ بات کاٹ کر، بھائی کلب حسین! آپ نہین جانتے کس راز کے چہرے سے نقاب اٹھی ہے، آہ! مین نہایت بدبخت ہون۔ میرے مصیبت زدہ بھائی خاص الخاص میرے علاقہ مین عسرت و فاقہ کشی کی زندگی بسر کیا کیے اور مجھے اطلاع نہ ہوئی میری پیاری صوفیہ میری بھتیجی ہے۔ سبزوار سے مرزا امین اپنے بھائی مرزا سعید کو لے کر چلے تھے ایک پہاڑی پر رات کو قیام ہوا، وہان شیر لاگو تھا شب کے وقت وہ مرزا سعید کو اٹھا لے گیا، اتفاق سے چند بدوؤن کی نظر پڑ گئی۔ انھون نے شیر کو مار کر مرزا سعید کو بچا لیا۔ مرزا سعید دو برس ان مین رہے پھر ہندوستان آئے۔ غالباً یہی زمانہ ہوگا جب مرزا امین معطل ہوکر کانپور چلے آئے مرزا سعید نے ان کا بہت پتا لگایا مگر کوئی حال معلوم نہ کر سکے چند روز تو بے کار رہے پھر منصب ملا اور دیانت داری سے

خدمت انجام دیتے رہے۔ مرزا سعید کے بعد ان کے بیٹے مرزا رشید ابائی منصب پر سربلند کیے گئے اس کے بعد مرزا فرید کو منصب ملا پھر مرزا قایم ممتاز کیے گئے اسی زمانے مین مرزا امین صوبہ اودھ کے نواب بنا کر بھیجے گئے ان کے ساتھ مرزا قایم کے بیٹے مرزا قاسم قلی اودھ چلے آئے اور یہین رہ گئے قاسم علی کے بعد میرے والد ہاشم حسین جاگیر کے مالک و مختار رہوے ان کے بعد مین اور میرا جانشین حاتم علی ہے۔ افسوس یہ راز ایسے وقت مین ظاہر ہوا جب ان لوگون مین صوفیہ کے سوا کوئی زندہ نہین۔ ان کی قبرین بھی زمانے نے مٹا دین ورنہ ان پر مقبرے تعمیر کرا کے اپنی ارادت مندی کا ثبوت دیتا۔"

پندرھوان باب

شادی مرگ

شہر مین ہر طرف امن و امان قایم ہو چکا تھا، بازارون مین پھر سابق سی رونق اور چہل پہل نظر آتی تھی۔ چوک مین بانکے ترچھے جوان اپنے کس بل پر اینٹھتے پھرتے تھے غدر کا نامسعود اثر اگرچہ مفقود نہ ہوا تھا لیکن پھر بھی صدہا قلوب گذشتہ صعبتون کو فراموش کر چکے تھے۔"

صوفیہ اب بھی نواب قربان حسین خان کی حرم سرا مین تھی لیکن پہلے نواب کلب حسین کی دختر خیال کی جاتی تھی اور اب نواب قربان حسین کی بھتیجی اور مٹے ہوے خاندان کی جیتی جاگتی نشانی سمجھی گئی تھی۔ پہلے حاتم علی کی زوجیت کے لیے اس کا انتخاب کھٹکتا تھا اور اب اس سے زیادہ موزون کوئی نہ تھا۔

نہ معلوم کیون؟ نواب قربان حسین خان کو خود اس بیاہ کی عجلت تھی۔ چاہتا تھا کل کا نکاح ہوتا آج ہی ہو جائے! اس تعجیل کا نتیجہ تھا کہ اس نے کلب حسین خان کو مجبور کر کے نکاح کا دن تاریخ تجویز کر لیا اور شرفائے شہر کے گھرون پر

جاجاکر انھین مدعو بھی کر دیا۔"

رفتہ رفتہ وہ مبارک گھڑی آگئی جب طالب و مطلوب شرعی کڑیون کے ذریعہ سے ہمیشہ کے واسطے ایک دوسرے سے وابستہ کر دیئے جائین گے۔"

نواب ہمایون جاہ نے حاتم علی کو لیا تھا برات کے کل مصارف اپنے خزانے سے ادا کیے اور نہایت دھوم دھڑکے سے کل رسوم ادا کیے۔ قربان حسین خان بیٹی والے نے سامان جہیز ان کی سرکار سے دیا گیا۔ شادی کا کروفر باعث طوالت ہو یون سمجھنا چاہئے ویسی امراجس پیمانے پر بیٹا بیٹی بیاہتے ہین اور ان مواقع پر جیسی الوالعزمیان دکھاتے ہین وہی سامان اس شادی مین بھی موجود تھا کہتے ہین شادی کے بعد بھی عرصہ تک عوام کی زبانون پر چرچے رہے کہنے والون نے تو یہان تک مبالغہ کیا ہے کہ محمد شاہ رنگیلے نے جس طرح نواب بہو بیگم صاحبہ کو شجاع الدولہ کے ساتھ بیاہنے مین سیر چشمی اور دریا دلی دکھائی تھی اس سے کسی قدر زیادہ اس شادی مین حوصلے سے کام لیا گیا لاکھون روپیہ دولہا دلہن کے سر نچھاور کر کے محتاجون پر تقسیم کر دیا گیا۔ ہفتون جہیز کا سامان آیا کیا۔

بہرطور شادی جیسی بھی ہوئی ہو۔ ہندی رواج کی رو سے خوب ہوئی چوتھی کی صبح کو جب گھر مین بنڑے الاپے جا رہے تھے ایک واقعہ نے ساری خوشیون کو دبا کر رکھ دیا۔ یعنے کلب حسین خان اپنے کمرے مین مردہ پایا گیا! اس کے تکیے کے نیچے ایک لفافہ نکلا جس پر نواب قربان حسین خان کا نام تحریر تھا۔

اس موت سے سارے محل مین کہرام مچ گیا شادی کا گھر سچ مچ ماتم کدہ نظر آنے لگا عورتین سر و سینہ پیٹ پیٹ کر بین کر رہی تھین حقیقت مین کلب حسین خان نے اپنی زندگی جس طرح بسر کی وہ انھین امور کی مقتضی تھی۔ وہ کسی سے برا نہ تھا نہ کبھی اس نے کسی کے دل دکھانے کی کوشش کی۔ ہمیشہ دوسرون کے فائدون کو اپنے نفع پر ترجیح دی اور ان کی بھلائی پر کمربستہ رہا مظلوم سے ہمدردی اس کا فرض اولین تھا چھوٹون بڑون غریبون امیرون پر اس کا لطف عام تھا اسطرح کے صدہا اوصاف اس کی ذات مین جمع ہو گئے تھے جن کی بدولت اس کو ہر دل عزیزی حاصل تھی۔ اس کے بعد دوست دوشمن نے یکسان الم کیا اور سب خدا کی

درگاہ مین اس کی مغفرت کی دعائین کرنے لگے۔

جس طرح امیرون کی میتین اٹھتی ہین، نواب کلب حسین کی لاش بھی اسی طرح اٹھائی گئی۔ شہر کے اکثر شرفا اور رئیس شریک تھے علما کے طبقے مین کوئی ایسا نہ تھا جس نے میت کو کاندھا نہ دیا ہو۔

لاش دفن کردی گئی ایک روز درمیان دے کر پھولون کی مجلس ہوئی۔ مسلمانون مین کوئی ایسا نہ تھا جس نے مجلس مین شریک ہوکر پارہ نہ پڑھا۔ ادھر تو ذاکر میز پر ذکر مصائب کر رہا تھا۔ ادھر سرکار انگریزی سے علاقہ واگذار ہونے کا پروانہ آیا یہ ایسا عبرت آگین واقعہ تھا کہ ساری آنکھین غمناک ہوگئین سوگوار تادیر گریہ کرتے رہے۔ ذاکر نے کلام ختم کیا اہل مجلس مضطر و مغموم گھر واپس ہوے اور نواب قربان حسین نے محل مین جاکر صوفیہ اور حاتم علی کے سامنے لفافہ کھول کر اس کا مضمون پڑھنا شروع کیا۔ تحریر تھا۔

اقرار گناہ

مجھے اپنی ریاست کے متعلق کہنا نہین جس طرح آفتاب روشن ہے میری ریاست و امارت ظاہر ہے اس کے چھننے کی اسباب و علل مختصر بیان کرنا چاہتا ہون اور وہ یہ ہین کہ عظیم اللہ نامی نصیبے کی تیزی سے بادشاہ کا معتمد خاص ہوگیا، جو ایک زمانے مین میرے یہان منشیون کی خدمت پر مامور تھا۔ مین نے دربار مین اس کا ادب ملحوظ نہ رکھا، جس سے برداشتہ خاطر ہوکر اس نے بادشاہ کے کان بھرنا شروع کیے اس کی خوشامد مین چند اور لوگ بھی ہان مین ہان ملانے لگے۔ مین نے حقیر سمجھ کر ان کی سازشون کا خیال نہ کیا رفتہ رفتہ بادشاہ کا مزاج بدلا اور انجام وہی ہوا جو بعد مین دیکھا گیا مین نے دو برس بعد جیل کے دروازے کی سلاخین توڑ کر اپنے آپ کو آزاد کرا لیا اور بھٹکتا ہوا نواب ہمایون جاہ کے باغ پہنچا انھون نے نہایت مہربانی کی کپڑے دیے کھانا کھلایا اور اپنا مہمان بنایا شب کو میرے دل مین خیانت پیدا ہوا نفس نے دھوکا دیا اور مین نے

چوری کی۔ صبح گرفتار ہوا لیکن نواب نے شرافت کو دخل دے کر مجھے چوری کی علت سے بچالیا۔ میرے دل پر ان کے نیک سلوک نے سخت اثر کیا اور مین نے عہد کر لیا کہ بقیہ عمر نیکی مین بسر کر کے اس جرم کی تلافی کرونگا خدا کا شکر ہے کہ میرا قصد پورا ہوا۔ چونکہ اب دنیا کو میری ضرورت باقی نہین قدرت کو جس قدر کام میرے ہاتون انجام دینا تھے پورے ہو چکے لہذا مین اپنے تمام دوستون، محبون اور شناسا ؤن سے رخصت ہوتا ہون اور التجا کرتا ہون کہ میری کوتاہیون کو معاف فرمائین مجھے معلوم ہے کہ میری ریاست واگذار ہونے والی ہے لہذا وصیت کرتا ہون جس وقت پروانہ آئے اسی وقت دسون کو منھ دکھائی دیدیا جائے خدا رکھے حاتم علی کو ضرورت نہین لیکن میری خواہش یہ ہے کہ نصف حصے پر اس کا قبضہ رہے آخر مین دولہا دلہن کو پھولنے پھلنے کی دعا دیتے ہوے دنیا کو چھوڑتا ہون "

(کلب حسین عرف حاجی حسین)

قربان حسین خان نے رومال سے آنسو پاک کر کے پروانہ واگذاری حاتم علی اور صوفیہ کی طرف بڑھا دیا حاتم علی تو مردہ تھا مگر صوفیہ کی ہچکی بندھی ہوئی تھی برقت لوگون نے سمجھا بجھا کر پانی پلایا اور منھ دھلایا جس سے رونا کم ہوا اس کے بعد سے جب تک زندہ رہی ہمیشہ کلب حسین خان کی ممنون احسان رہی اور اس کے واسطے دعاے خیر کرتی رہی "

تمام شد

اصلی کوک شاستر

یہ وہ کوک شاستر نہین ہے جو آجکل ہر ایک کتب فروش سے مل سکتی ہے بلکہ یہ وزیر کشمیر کو کا پنڈت کے خاص الخاص بیاض کی پرانی کوک شاستر کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے۔ جسکی ابتک عام لوگون کو تو کیا بڑے بڑے رؤسا کو بھی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی۔ اسی مین وہ تمام باتین درج ہین جن کے جاننے کے لئے آپ سیکڑون روپیہ برباد کر چکے ہین اور پھر بھی مطلب حاصل نہین ہوا۔ یہ کتاب سوائے ہمارے دوسری جگہ ہرگز نہین مل سکتی۔

اس کتاب مین صدہا مفید اور ٹھوس مطلب کی باتین درج ہین عورت و مرد کے متعلق ہزارہا سینہ بسینہ راز اور خاص حالتون کی . . . . عورت و مرد کی اکٹھی برہنہ دستی تصویرین ۴۰۰۰۰ بہترین آسن کا بیان۔ طبی۔ مذہبی اور علمی اصول بھی درج ہین بعد مین شکایت نہ کرین خفیہ دھڑا دھڑ بک رہی ہین آج ہی منگا کر حسرت پوری کیجئے ورنہ ممکن ہے کہ پھر اسکی ایک جلد بھی باقی نہ رہے اور پھر آپ کو سوائے افسوس کے کوئی چارہ نہ رہیگا۔

خبردار دیکھئے غفلت مین نہ رہیے گا۔

قیمت فی جلد عا محصول ۴ر

منگانیکا پتہ

منیجر کارخانہ حکمی شفا لکھنؤ

ہنسی کا پٹارہ

یعنی ہنسنے ہنسانیکا زبردست چٹکلہ دار۔

اقلیم مذاق کا جیمل تاجدار ہنسی دلگی کا قافلہ سالار پڑھنے والون کو بات بات مین لوٹن کبوتر بنا دینے والا۔ جسکے چٹ پٹے مضامین تمام کھایا پیا ہضم کر دیتے ہین صرف ایک کارڈ دھر گھسیٹئے تاکہ جلد سے جلد اور فوراً سے پیشتر حاضر ہوکر آپکے اضمحال کی دُم کاٹ دے۔ بیشک اس کتاب کو اگر بارہ مصالحہ کی چاٹ کہا جائے تو بیجا نہو گا۔ اول سے آخر تک دیکھ جائیے ایک فقرہ بھی ایسا نہ ملے گا جسکو پڑھکر سو مرتبہ ہنسی نہ آوے یا یون سمجھیے کہ یہ کتاب ایک بزم عشرت ہے قیمت صرف ۶ر

خونی لڑکا

اِس ہیبت ناک نام کی زبردست عظمت پر پورے طریق سے اوسی وقت روشنی پڑ سکتی ہے جبوقت اس ناول کو آپ پڑھین۔ ایک معلم بکتی کو انسانون اور دیگر اقوام کے لڑکون کے پڑھانے سے ایک لازوال دولت ملجاتی ہے اور بچون کی شرارت زندگی کی کتاب مین ایک ایسا حیرت ناک باب لکھدیتی اور اتنا عجیب و غریب سین دکھاتی ہے جسکا ایسے معمولی آدمی کو خواب مین بھی خیال نہین ہوسکتا راز نہ چھپانے کی خرابی ناعاقبت اندیش بیوقوف کم حوصلہ۔ زود رنج بیوی تک اس گہرے راز کو پہنچا دیتی ہے اور عورتون کی کمزور فطرت ایک مصیبت کا دروازہ کھولکر نئے نئے واقعات اور آفات پیش کر دیتی ہے مفصل واقعات کیلئے دو چار صفحے بھی کم ہین ملاحظہ فرمائیے قیمت ۸ر

منگانیکا پتہ عظمت بکڈپو لکھنؤ

بدنصیب لڑکی

یہ ناول ایک شریف خاندان کی تعلیم یافتہ ہوشیار اور حسین لڑکی کی تباہ شدہ زندگی کا مکمل فوٹو ہے جسمین بے پردگی کے نقصان تعلیم غیر ضروری کی خرابیان دکھائی گئی ہین۔ ایک شریف لڑکی کا بیوہ ہوکر ماں باپ کے سخت گیر قوانین عصمت سے تنگ آکر گھر کو چھوڑنا اور متواتر مصیبتین اٹھانا قیمت ۸ر

نواب سلمہ

نوابی دربار کے نوابی ٹھاٹھ۔ خوشامدی مفت خورون کا ہجوم۔ بھولے نواب کی اکڑ فوں اور ہجوم من دیگرے نیست کی صدائے بے ہنگام۔ دل کا ایک معشوقہ نسیمین کے چاہ ذقن مین اسیر ستم ہوکر۔ نہ اپنی بلکہ اپنے دادا کی جمع کی ہوئی دولت اور باپ کی گاڑھی کمائی کو چٹکیون مین اڑا کر بیباق ہو جاتے ہین اور بالکل اس کے مصداق بنتے ہین۔

ڈاڑھی اور مونچھ کا صفایا ہے فارغ البال اسکو کہتے ہین

یہ ناول نہین ہے بلکہ ناول گر ہے۔ ہندوستان کے بہترین ظرافت نگار سجاد حسین۔ عالمگیر کے مشہور مسخرے وقایع نویس نعمت خان عالی کا رنگ اس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے ایکمرتبہ پڑھکر ایک ہزار مرتبہ نہ ہنسئے تو ۸ر قیمت کے ۹ر معہ نفع سود واپس دیدینگے

دام فریب

مکر و فریب کی دنیا کا زرنگار دل خوش کن عبرت آمیز حیرت انگیز مرقع طاہر کی زندگی کے حیرت ناک راز دان کا انکشاف زنان بازاری کے فریب اور دغا کے کارنامے ہر فرعونے را موسیٰ۔ یا جیسے کو تیسا ملتا طاہر کو عاشق نورالدین کی بعید از عقل دور از قیاس عیاریان طاہر کی سخت ترین شکست موت کا ایک سنسنی خیز منظر دکھا کر ثابت کیا گیا ہے کہ نیک اور بد تمام کامون کی سزا دنیا ہی مین مل جاتی ہے ہم یقین کیساتھ کہہ سکتے ہین کہ ایسے دلچسپ ناول بہت کم آپنے دیکھے ہونگے قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ عظمت بکڈپو لکھنؤ

لکھنؤ کا بہترین عطر و تمباکو

اگر آپ کو منگانا ہو تو سب سے پہلے کارخانہ روح شمیم لکھنؤ کو یاد فرمائیے جس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ بڑے بڑے نواب راجہ رئیس اور شوقین اصحاب نیز بیوپاری حضرات لکھنؤ اودھ سیکڑوں روپیہ کا مال اسی کارخانہ سے منگاتے ہیں جو صاحب ایک بار بھی آزمائش کے طور پر کسی چیز کا آرڈر دیتے ہیں تو وہ ہمارے مستقل خریدار بنجاتے ہیں۔ ہمارا دعوی ہے کہ جو مال آپ لکھنؤ آکر خریدینگے وہی مال کم از کم ۱ر اور بعض حالات میں ۲ر فی روپیہ کم پر آپ کو گھر بیٹھے ہم پہونچا دینگے۔ اگر آپ کو ہمارے اس دعوی کی تصدیق کرنی ہے تو آپ ہمارے کارخانہ کا کوئی سا چار روپیہ تولہ والا عطر لیکر کسی بڑے سے بڑے کارخانہ والے چھ روپے والے عطر سے مقابلہ کر لیجئے۔ اگر ہمارا ہی عطر بہتر نکلے تو علاوہ قیمت کے پچاس روپیہ ہم انعام دینگے۔ عطر گلاب و کیوڑہ و مہندی و حنا و شمامۃ العنبر و خس و پانڈی و چمپا و چنبیلی و بیلا وغیرہ وغیرہ ہر ایک عطر فی تولہ ایک روپیہ عہ ر و عہ ر و عہ ر و عہ ر و عہ ر

تمباکو خوردنی زردہ عہ ر و عہ ر و عہ ر فی سیر

گولی تمباکو مشکی نقرئی عہ ر ۱۲ر و ۸ر و ۶ر و ۴ر فی تولہ

" " طلائی عہ ر قوام تمباکو مشکی عہ ر و عہ ر و عہ ر ۱۲ر و ۸ر و ۴ر فی تولہ

روغنیات ہر قسم عہ ر و عہ ر و عہ ر و عہ ر فی سیر

دوپلری ٹوپی کا پاپ جو لکھنؤ سے بہتر کین نہیں بنتے فی عدد عہ ر و عہ ر و عہ ر و عہ ر

و عہ ر ۱۲ر و ۸ر و ۶ر و ۴ر

چھپی کی فہرست مفت منگائیے۔ محصول بذمہ خریدار

منگانیکا پتہ

منیجر کارخانہ روح شمیم لکھنؤ

عشق کے مبتلا

اپنے حکام کے مظلوم دشمن کو پسپا کرنیکے خواہشمند
سچی محبت پیدا کرنے یا کسی کے دل پر اپنا قبضہ کرنے
یا مغرور سے مغرور اور جفا شعار معشوق کو بھی اپنا
مطیع اور فرمانبردار بنا کر اپنی محبت میں دیوانہ اور
فریفتہ کرنے اور خود اُسے اپنا عاشق بنانے کے خواہشمند
حضرات اگر چاہتے ہیں تو مبلغ دو روپیہ آٹھ آنہ بذریعہ
منی آرڈر بھیجکر تعویذ اور سفوف عطیہ فقیر کے ذریعہ
صدہا نہیں بلکہ ہزار ہا نامراد حضرات اپنی مرادوں
کو پہونچ چکے ہیں طلب فرما کر کلام الٰہی کا معجزہ دیکھیے
تعویذ کو بازو پر باندھیے اور سفوف یعنی پھونکا ہوا
لوبان کی دھونی دیجئے پھر کچھ نہ کیجئے نہ کہئے نہ سنئے
نہ کوشش کیجئے خود ہی بیقرار ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ
عمر بھر کے لئے وہ آپکا غلام بنجائیگا اور خوشی سے
ہر کام کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیگا اس تعویذ کا
پاس رکھنے والا اگر کسی وقت دن میں یا شب میں بیداری
خواب کے کسی بزرگ کی حسین اور نورانی شکل
دیکھیے خائف نہ ہونا چاہیے علاوہ اسکے ہر ضرورت
اور ہر مرض کے لئے تعویذ بھیجا جاتا ہے یہ عاملی ہے
بلا قید مذہب و ملت ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا
ہے ایک تعویذ ایک ہی محبوب کے کام آسکتا ہے

منکا پتہ

پیر جی مشہور عامل لکھنؤ

حبوب لقمانی

ایک گولی کھانیکے ایک ہی گھنٹہ بعد قوت باہ قوت
رجولیت اور امساک میں اس غضب کی قوت پیدا ہوتی
ہے کہ بھینی ہوتی ہے لطف صحبت تو گھنٹوں رہتا ہے
مزہ یہ ہے کہ اگر کمزور بھی ہونگے تو بھی کسی طرح
کا تکان نہ معلوم ہوگا بلکہ دم بدم قوت میں اضافہ ہوتا
رہیگا جبتک ترشی نہ چکھیں گے فراغت نہوگی بعد
فراغت ایک گولی کھائیں تو کمزوری اور تکان رفع ہو کر طبیعت
پھر تازہ ہو جائیگی اور پھر دوبارہ جماع کرنیکی قوت پیدا کر دیگی
جتنی مرتبہ مباشرت کرینگے ہر مرتبہ پہلی ہی قوت پائینگے
فی درجن عاصر میں درجہ للعہ

روغن لقمانی

یہ روغن بیحد لذیذ
و منزل ہے ایک
ہی قطرہ عضو پر
لگا کر جماع کرنے سے وہ مزہ وہ لطف حاصل ہوتا ہے کہ دنیا
و مافیہا کی خبر نہیں رہتی معشوقہ سوجان سے فریفتہ
ہو جاتی ہے زن و شوہر کے تعلقات کو حقیقی معنوں
میں عشق کے درجہ تک پہونچاتا ہے۔ بوجہ زیادتی لطف
عاشق و معشوق نشہ شباب میں چور ہو کر تھوڑی دیر کے لئے
مست اور بیہوش ہو جاتے ہیں مگر آپ نے ابتک اسکا استعمال نہیں
کیا تو گویا دنیا میں آپنے کچھ دیکھا ہی نہیں نیت نشیں رہے
محصول ۶ ر کوئی دو حسب تجربہ ثابت ہوئی ہے واپسی قیمت کی شرط
پتہ: مینجر عظمت العلاج سید طبیکل ہال لکھنؤ